Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

ہجرت - احسان ۱۳۹۲ ہش
مئی - جون ۲۰۱۳ء

خلافت نمبر

بیت الرحمٰن سلور سپرنگ میں منعقدہ تعلیم القرآن کانفرنس

کنساس سٹی میں منعقد کی گئی بین المذاہب کانفرنس میں شامل ہونے والے مذہبی نمائندے

Mehrosh Shams with Hadhrat Khalifatul Masih V *aba* during Ameen Ceremony held in Los Angeles, CA. Mehrosh finished the Holy Qura'n at the age of 4 and she finished within 4 months, Masha Allah.

East Coast Qur'an Conference participants

مئی۔جون 2013

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

(الکھف: 25)

اور جب تُو بھول جائے تو اپنے ربّ کو یاد کیا کر اور کہہ دے کہ بعید نہیں کہ میرا ربّ اس سے زیادہ درست بات کی طرف میری رہنمائی کردے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج

(الکھف: 29)

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھ جو اپنے ربّ کو اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے صبح و شام پکارتے ہیں اور تیری نظریں ان کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہ نکل جائیں۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 70-71}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(سورۃالبقرۃ: 144)

اور (اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمہیں سیدھی راہ دکھائی ہے)۔ اُسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی امت بنایا ہے تا کہ تم (دوسرے) لوگوں کے نگران بنو اور یہ رسول تم پر نگران ہو اور ہم نے اس قبلہ کو جس پر تُو (اس سے پہلے قائم) تھا صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ تا ہم اُس شخص کو جو اس رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے اُس شخص پر جو ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے (ایک ممتاز حیثیت میں) جان لیں اور یہ امر ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے (دوسروں کیلئے) ضرور مشکل ہے۔ اور اللہ (تعالیٰ ایسا) نہیں کہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کرے۔ اللہ یقیناً سب انسانوں پر نہایت مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

اس آیت سے اُمّتِ محمدیہ میں بعثتِ مامورین کا بھی ثبوت نکلتا ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اس لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ وہ دائمی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان لوگوں کو پہنچاتی رہے۔ مگر چونکہ یہ خطرہ تھا کہ ایک زمانہ میں خود مسلمان ہی اس فرض سے غافل ہو جائیں گے۔ اس لئے فرمایا کہ جب یہ فیضان مسلمانوں کی بدعملی کی وجہ سے بند ہو جائے گا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شہید بن کر دنیا میں آجائیں گے۔ یعنی جب اُمّتِ محمدیہ دوسروں کی نگرانی نہ کر سکے گی بلکہ خود نگرانی کی محتاج ہو جائے گی تو یہ رسول ہی اس کی اصلاح کرے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کو پیچھے رکھا ہے اور تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کو مقدم کیا ہے۔ اگر اس میں صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ذکر ہوتا تو يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا پہلے اور لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ بعد میں ہوتا۔ کیونکہ صحابہؓ کو آنحضرت نے پہلے سکھایا تھا۔ پھر صحابہؓ نے دوسروں کو سکھایا۔ مگر قرآن کریم نے يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کو پیچھے رکھا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا سے پہلی بعثت مراد نہیں بلکہ اس سے آپ کی دوسری بعثتیں مراد ہیں۔ یعنی جب کبھی اُمّتِ محمدیہ کی نگرانی میں فرق پڑ جائے گا اور مسلمانوں کا نمونہ اچھا نہیں رہے گا اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر شہید اور نگران بن کر دنیا میں آجائیں گے۔ اور پھر مسلمانوں کی تربیت کر کے انہیں اس قابل بنا دیں گے کہ وہ دوسروں کی تربیت کریں۔ غرض یہ ترتیب بتاتی ہے کہ اس جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی بعثتوں کا ذکر ہے اور الفاظ قرآنی بھی بتاتے ہیں کہ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ سے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگ مراد ہیں۔ پس يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا بھی قیامت تک سچا ثابت ہوتا رہے گا یعنی قیامت تک اُمّتِ محمدیہ شاہد رہے گی۔ اور قیامت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاہد رہیں گے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 225, 231-232)

---- احادیثِ مبارکہ ----

خادمِ رسولؐ حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص روزانہ صبح کے وقت یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اُس دن کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اگر رات کو یہ دُعا پڑھی جائے تو اُس رات کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور اُسے آگ سے آزاد کردیتا ہے:

☆ اَللّٰھُمَّ أَصْبَحْنَا نُشْھِدُکَ وَنُشْھِدُ حَمَلَةَ عَرْشِکَ وَمَلَائِکَتِکَ وَجَمِیْعِ خَلْقِکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

اے اللہ! ہم نے صبح کی، ہم تجھے اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں اور تیرے فرشتوں اور تیری مخلوق کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ تو ہی وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو ایک ہے، تیرے ساتھ کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔

نوٹ: شام کے وقت یہی دُعا پہلے فقرے میں اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْنَا کے بجائے اَللّٰھُمَّ اَمْسَیْنَا (یعنی اے اللہ! ہم نے شام کی) کی تبدیلی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

حضرت ابو بکرؓ روزانہ صبح و شام تین مرتبہ یہ دُعائیں پڑھتے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ دُعائیں پڑھتے سُنا۔ اس لئے مجھے پسند ہے کہ یہ دُعائیں پڑھ کر آپ کی سنت قائم کروں۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

☆ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

اے اللہ! میرے بدن اور میری سماعت کی حفاظت فرما۔ مولیٰ! میری آنکھ کی بھی خود حفاظت فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

اے اللہ! مَیں کفر اور فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! مَیں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

✲✲✲✲✲✲

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پاوے مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسیٰؑ کو کیوں مُردوں سے لاوے وہ خود کیوں مُہرِ ختمیّت مِٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وُہ بھی آوے کوئی اِک نام ہی ہم کو بتادے
تمہیں کس نے یہ تعلیم خطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

وہ آیا منتظر جس کے تھے دن رات معمہ کُھل گیا روشن ہوئی بات
دِکھائیں آسماں نے ساری آیات زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات خُدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خُدا نے اِک جہاں کو یہ سنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مسیح وقت اَب دُنیا میں آیا خُدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مُبارک وہ جو اَب ایمان لایا صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے حسد سے دشمنوں کی پُشت خم ہے
سُنو اب وقتِ توحیدِ اَتم ہے سِتم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے
خُدا نے روک ظلمت کی اُٹھادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’خدا تعالیٰ نے ایک مثال کے طور پر سمجھا دیا تھا کہ میں اسی طور پر اس امت میں خلیفے پیدا کرتا رہوں گا جیسے موسیٰ کے بعد خلیفے پیدا کئے تو دیکھنا چاہیئے تھا کہ موسیٰ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ کیا اس نے صرف تیس برس تک خلیفے بھیجے یا چودہ سو برس تک اس سلسلہ کو لمبا کیا۔ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ کا فضل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھا۔ چنانچہ اس نے خود فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء:114)۔ اور ایسا ہی اس اُمّت کی نسبت فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ال عمران:111) تو پھر کیونکر ہوسکتا تھا کہ حضرت موسیٰ کے خلیفوں کا چودہ سو برس تک سلسلہ ممتد ہو اور اس جگہ صرف تیس برس تک خلافت کا خاتمہ ہو جاوے اور نیز جبکہ یہ امت خلافت کے انوار روحانی سے ہمیشہ کیلئے خالی ہے تو پھر آیت اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے کیا معنی ہیں کوئی بیان تو کرے۔ مثل مشہور ہے کہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جبکہ اس امت کو ہمیشہ کیلئے اندھا رکھنا ہی منظور ہے اور اس مذہب کو مردہ رکھنا ہی مدِّنظر ہے تو یہ پھر کہنا کہ تم سب سے بہتر ہو اور لوگوں کی بھلائی اور رہنمائی کیلئے پیدا کئے گئے ہو کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے۔ سواے لوگو جو مسلمان کہلاتے ہو برائے خدا سوچو کہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ ہمیشہ قیامت تک تم میں روحانی زندگی اور باطنی بینائی رہے گی اور غیر مذاہب والے تم سے روشنی حاصل کریں گے اور یہ روحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذاہب والوں کو حق کی دعوت کرنے والوں کیلئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خلافت کہتے ہیں پھر کیونکر کہتے ہو کہ خلافت صرف تیس برس تک ہو کر پھر زاویہ عدم میں مخفی ہوگئی۔ اتقوا اللہ۔ اتقوا اللہ۔ اتقوا اللہ۔

اب یاد رہے کہ اگرچہ قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ جو اس امت میں خلافتِ دائمی کی بشارت دیتی ہیں اور احادیث بھی اس بارے میں بہت سی بھری پڑی ہیں لیکن بالفعل اس قدر لکھنا ان لوگوں کیلئے کافی ہے جو حقائق ثابت شدہ کو دولتِ عظمیٰ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اور اسلام کی نسبت اس سے بڑھ کر اور کوئی بداندیشی نہیں کہ اس کو مردہ مذہب خیال کیا جائے اور اس کی برکات کو صرف قرونِ اوّل تک محدود رکھا جاوے۔ کیا وہ کتاب جو ہمیشہ کیلئے سعادتوں کا دروازہ کھولتی ہے وہ ایسی پس ہمتی کا سبق دیتی ہے کہ کوئی برکت اور خلافت آگے نہیں بلکہ سب کچھ پیچھے رہ گیا ہے۔ نبی تو اس امت میں آنے کو رہے اب اگر خلفاء نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے۔ اور پھر ایسے مذہب کو موسوی مذہب کی روحانی شوکت اور جلال سے نسبت ہی کیا ہے جس میں ہزارہا روحانی خلیفے چودہ سو برس تک پیدا ہوتے رہے۔۔۔‘‘

(روحانی خزائن جلد6 شھادۃ القرآن صفحہ 354-356)

خطبہ جمعہ

عہدیداران کا آپس کا رویہ اور ایک دوسرے کے ساتھ سلوک بھی بہت اچھا ہونا چاہئے

عام افرادِ جماعت یہ نہ سمجھیں کہ یہ ساری واقفینِ زندگی اور عہدیداران کی ذمہ داریاں ہیں۔ آپس میں محبت و پیار کو بڑھانا، صلح اور صفائی کو قائم رکھنا، اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سننا اور اُن پر عمل کرنا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے تقویٰ کے معیار بڑھانا، خلیفہ وقت کی باتوں پر لبیک کہنا یہ ہر احمدی کی ذمہ داری ہے۔ اور یہی چیز جماعت کی اکائی کو بھی قائم رکھ سکتی ہے۔

اس ملک میں تو ہم نے ابھی بے انتہا کام کرنا ہے۔ اُس کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ قائم کرنا ہے جو آج سے کئی صدیاں پہلے کھوئی گئی۔ یہاں رہنے والوں کو دوبارہ دینِ اسلام کی خوبیاں بتا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ اور اس کے لئے سب سے اہم چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا، اُس سے مدد مانگنا اور ایک اکائی بن کر تبلیغ کا کام کرنا ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 05 اپریل 2013ء بمقام مسجد بیت الرحمٰن، ویلنسیا (سپین)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔(سورۃ آل عمران 105-104)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔(النحل:126)

یہ آیات سورۃ آل عمران اور سورۃ النحل کی ہیں۔ پہلی دو آیات سورۃ آل عمران کی ہیں، ان کا مطلب ہے کہ: اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

سورۃ النحل کی جو آیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا رب ہی اسے، جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب

سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

گزشتہ جمعہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سپین کی اس دوسری مسجد کا افتتاح ہوا۔ جماعت ساری بڑی خوش تھی بلکہ ہے۔ اور میں نے اس کے حوالے سے کچھ باتیں آپ سے کہی تھیں۔ اسی حوالے سے بعض امور کی طرف اب مَیں مزید توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ہم دنیا میں ہر جگہ دیکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانۂ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہیے۔ پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض لِلّٰہ اُسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔ تب خدا برکت دے گا''۔

(ملفوظات جلد4صفحہ 93ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یہ اقتباس مَیں پہلے بھی کئی دفعہ پیش کر چکا ہوں لیکن اس میں بیان کردہ باتیں اتنی اہم ہیں کہ ہر احمدی کو بار بار اُنہیں سامنے رکھنا چاہئے۔ پہلی بات یہ کہ یہ خانۂ خدا ہے۔ خانۂ خدا کے لئے جو باتیں ہمیں پیشِ نظر رکھنی چاہئیں ان کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر یہ یقین ہے کہ خدا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی اس یقین پر قائم ہے کہ خدا ہے تو پھر اُس کے گھر کے احترام، عزت اور اُسے آباد کرنے کی طرف بھی توجہ دینی ہو گی۔ اور جب خدا تعالیٰ کی خاطر اُس کے گھر کو آباد کرنے کی طرف توجہ ہو گی تو پھر عبادت کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ آپس میں پیار و محبت سے رہنے کی طرف بھی توجہ کرنی ہو گی۔

اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد کے حوالے سے ہی فرماتے ہیں کہ:

''جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں''۔ فرمایا ''جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہئے اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہیں''۔

(ملفوظات جلد4صفحہ 93ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس پہلی بات جو خانۂ خدا کے حوالے سے یاد رکھنی چاہئے کہ یہ خانۂ خدا ہے اور ہر احمدی نے جو اس علاقے میں رہتا ہے، اس میں باجماعت نمازوں کی طرف توجہ کر کے اس کا حق ادا کرنا ہے۔ اور باجماعت عبادت کا حق پھر اس طرف توجہ دلانے والا ہو کہ ہم نے محبت اور پیار اور اتفاق سے رہنا ہے۔

فرمایا کہ ''اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہئے''۔ یہ بات آج سے تقریباً ایک سو آٹھ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی تربیت جس طرح ساتھ ساتھ ہو رہی تھی اور اُن کا تقویٰ جس معیار پر تھا وہ آج سے انتہائی بلند تھا۔ خدا کا خوف اُن میں زیادہ تھا۔ نمازوں کی توجہ اُن میں بہت بڑھ کر تھی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے وہ لوگ تھے جن کا خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق تھا۔ لیکن نبی کا کام ہے کہ تقویٰ کی تمام باریکیوں کو اپنے ماننے والوں کے سامنے رکھ کر اُن کو اعلیٰ معیار کی طرف رہنمائی کرے۔ اس لئے آپ نے ہر امکان کو کھول کر اپنے ماننے والوں کے سامنے رکھ کر نصیحت فرمائی کہ اس طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ علیہ السلام کو فکر تھی کہ یہ ابتدائی دور ہے۔ اگر اس میں معیارِ تقویٰ بلند نہ ہوا تو آئندہ آنے والوں کے سامنے ایسے نمونے نہیں ہوں گے جس سے وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

میں نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، اس میں بہت زیادہ تشنگی رہ گئی ہے کیونکہ تمام صحابہ کے واقعات ہمارے سامنے نہیں آئے اور جو آئے وہ بھی بہت کم اور مختصر تھے۔ لیکن جو سامنے آئے وہی ایسے معیار کے ہیں جو صحابہ کے لئے دعاؤں کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور اُن صحابہ کی نسل میں سے جو بعض شاید یہاں سپین میں بھی رہنے والے ہوں، اُن کو خاص طور پر اپنے بزرگوں کے لئے دعاؤں اور اُن کے نمونوں پر چلنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور یہاں اس ملک میں تو ہم نے ابھی بے انتہا کام کرنا ہے۔ اُس کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ قائم کرنا ہے جو آج سے کئی صدیاں پہلے کھوئی گئی۔ یہاں رہنے والوں کو دوبارہ دینِ اسلام کی خوبیاں بتا کر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے اور اس کے لئے سب سے اہم چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا، اُس سے مدد مانگنا اور ایک اکائی بن کر تبلیغ کا کام کرنا ہے۔

پس صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وقت ہی اتحاد اور اتفاق کو ترقی دینے کا وقت نہیں تھا بلکہ آج بھی جبکہ ہم بہت بڑا دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے ہیں کہ اس ملک کو اسلام کے جھنڈے تلے لائیں گے، سب سے پہلے اپنے اندر اتفاق و اتحاد کو ترقی دینے اور اُس کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر تمام عہدیداروں اور ہر فردِ جماعت نے اکائی بننے میں اپنا کردار ادا نہ کیا تو مسجد اور خانۂ خدا کا حق ادا کرنے والے نہیں بن سکتے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مسجد کی خوبصورتی اُس وقت کام آ سکتی ہے جب اس کے اندر آنے والوں کی روح کی خوبصورتی نظر آئے۔ جب ہر احمدی کے قول و فعل میں عبادت کے ساتھ ایک دوسرے کے لئے محبت اور پیار کے جذبات نظر آئیں۔ اس بات کو قرآنِ کریم نے بھی کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ میں نے جو آیت شروع میں تلاوت کی۔ اس کا ترجمہ بھی آپ نے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپس میں محبت اور پیار پیدا کرو۔ پس اگر یہ پیدا نہیں ہوگا تو خدا تعالیٰ کے بنا گمراہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے کہ تمہیں اُس نے ایک کر دیا۔ پس خدا تعالیٰ کے ہر ارشاد پر، ہر حکم پر، ہر ہدایت پر ایک سچے مومن کو غور کرنا چاہئے۔ ان حکموں سے نہ مَیں باہر ہوں، نہ آپ باہر ہیں، نہ کوئی عہدیدار باہر ہے، نہ کوئی مربی یا مبلغ باہر ہے، نہ ہی کوئی فردِ جماعت باہر ہے، چاہے وہ مرد ہے یا عورت ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی رسی کو ہم مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے، جب تک ہم قرآنِ کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے بنے رہیں گے، جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد رکھیں گے کہ اُس نے ہمیں احمدی ہونے اور احمدیت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائی، ہم اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ جب تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلامِ صادق اور زمانے کے امام کی باتوں کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے، ہم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا حق ادا کرنے والے اور اُس کے انعاموں اور احسانوں کا شکر ادا کرنے والے ہوں گے۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک جو خلیفہ وقت سے عہدِ بیعت باندھتا ہے، خلیفہ وقت کی باتوں کو نہ صرف سنے گا بلکہ اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرنے والا کہلائے گا۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ قرآنِ کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافتِ احمدیہ یہ سب حبل اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی رسّی ہیں۔ اُن میں سے ایک کڑی بھی اگر ایک احمدی نظر انداز کرے گا تو وہ اُن لوگوں میں شمار ہوگا جو دوبارہ آگ کے گڑھے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ حبل اللہ کو پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد رکھنا اور اُس کا شکر گزار ہونا تب حقیقت کا روپ دھارے گا، تب یہ قول سے نکل کر عمل کی شکل اختیار کرے گا جب آپس کی محبت ہوگی۔ جب ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے والے بھائیوں جیسا سلوک ہوگا تب ہی ایک احمدی حقیقت میں ہدایت یافتہ اور آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچایا جانے والا کہلائے گا۔ جب ہر قسم کے تفرقہ سے اپنے آپ کو پاک رکھے گا تبھی ایک احمدی حقیقی احمدی کہلائے گا۔ جب ہر قسم کی ذاتی اَناؤں سے ہر احمدی اپنے آپ کو بچائے گا، جب خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے محبت ہوگی تب ہی ایک احمدی حقیقی احمدی بنتا ہے۔

پس خوش قسمت ہیں وہ جو اس نہج پر اپنی سوچوں کو ڈالیں، اپنے قول کو اس طرح ڈھالیں، اپنے عمل کو اس کے مطابق ڈھالیں۔ اور جب یہ معیار ہم حاصل کر لیں گے تو پھر ہی دوسروں کو بھی ہم دعوت دے سکتے ہیں اور پکار پکار کر اعلان کر سکتے ہیں کہ "آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے"۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

آج بیشک ایک طبقہ دین سے ہٹا ہوا ہے بلکہ بہت بڑی تعداد دنیا میں دین سے ہٹ گئی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خاص طور پر مغربی ممالک میں تو خدا تعالیٰ کے وجود سے بھی انکاری ہیں۔ لیکن سپین ایک ایسا ملک ہے جہاں اب بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہے، ایسا طبقہ ہے جس کا مذہب کی طرف رجحان ہے۔ یہاں دو دن پہلے جو سپینش لوگوں کے ساتھ ریسپشن (Reception) تھی تو میرے ساتھ یہاں ویلنسیا کی پارلیمنٹ کے صدر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ باتوں میں مجھ سے یہ اظہار کرنے لگے اور بڑی فکر سے یہ اظہار تھا کہ اب لوگ دین سے دور جا رہے ہیں، ہمیں اُن لوگوں کو دین کی طرف لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ابھی تک جن لوگوں سے بھی مغرب میں میرا واسطہ پڑا ہے تو عموماً اس لیول کے آدمی دین سے ہٹے ہوئے ہی ہوتے ہیں اور دنیا داری کی طرف مائل ہوتے ہیں۔لیکن یہاں اس سطح پر بھی مَیں نے دیکھا ہے کہ دین کی طرف رجحان ہے۔ مذہبی آدمی ہیں تو یہ فکر ایسے لوگوں کو بھی ہے۔

دین جو حقیقی دین ہے، وہ تو اب خدا تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اسلام ہے۔اس لئے کوئی اور دین نہ تو بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب لاسکتا ہے اور نہ ہی اُس میں اتنی سکت ہے۔اب صرف دینِ اسلام ہی ہے جو بندے کو خدا کے قریب کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔لیکن اسلام کو پھیلانے کی بھی جن لوگوں کی ذمہ داری ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے احسان کرتے ہوئے حبل اللہ کا سرا پکڑا دیا ہے، وہ احمدی ہیں۔پس اگر ہمارے قول وفعل میں تضاد ہوگا۔اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف کرنے بیٹھ جائیں گے، ایسے اختلاف جو ہماری اکائی کو نقصان پہنچانے والے ہوں، جو ہمارے ذمہ کاموں کو بجا لانے اور اُن کے اعلیٰ نتائج نکالنے میں روک بننے والے ہوں تو یقیناً ہم خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہوں گے۔

جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ میں بھی بتایا تھا کہ صدیوں پہلے ہزاروں سپینش جن کی بنیاد اسلام تھی، ان میں سے ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو اسلام میں دوبارہ داخل ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں لیکن حقیقی اسلام کا ابھی ان کو پتہ نہیں تو حقیقی اسلام سے ہم نے اُنہیں آگاہ کرنا ہے۔یورپ اور دوسرے مغربی ممالک میں وہاں کے مقامی کئی ایسے احمدی ہیں جو روحانیت کی تلاش میں مسلمان ہوئے لیکن مسلمان لیڈروں یا علماء نے اُنہیں اُس روحانی مقام کی طرف رہنمائی نہیں کی جس کی اُن کو تلاش تھی تو پھر مزید جستجو اُن میں پیدا ہوئی اور پھر وہ احمدیت کے قریب لے آئی۔تو یہ بات ہر احمدی کے لئے باعثِ توجہ ہے کہ نئے آنے والوں کو احمدیت کی آغوش میں روحانی سکون ملتا ہے اور اس کے لئے ہمیں جو پرانے احمدی ہیں اُن کو بھی اپنے اوپر نظر رکھنی ہوگی۔اگر پرانے احمدیوں نے اور خاص طور پر پاکستانی احمدی جو باہر آباد ہیں، اُنہوں نے اپنی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو ان سچ کے متلاشیوں کو وہ دین سے دور کرنے والے ہوں گے اور وہ کردار ادا کر رہے ہوں گے کہ ان کو دین سے دور کریں۔

پس ہر احمدی کو اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہئے۔ریسپشن کا میں نے ذکر کیا ہے۔اس میں مَیں نے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مختصراً مختلف پہلو بیان کئے تھے تو ایک خاتون جو مجھے سپینش لگیں، کھانے کے بعد ملنے آئیں، سکارف وغیرہ باندھا ہوا تھا تو انہوں نے بتایا کہ مَیں مسلمان ہوں۔میں نے اُنہیں کہا آپ شکل سے تو سپینش لگتی ہیں اور یہ بھی بتایا کہ میں فلاں مسلمان تنظیم کی عہدیدار ہوں اور مجھے کہنے لگیں کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم بڑے اچھے رنگ میں تم نے بیان کی ہے اور مجھے اس کی بڑی خوشی ہوئی ہے۔جب میں نے اُنہیں یہ کہا کہ آپ سپینش لگتی ہیں تو مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر جو پرانے مبلغ تھے،اُن کے ایک بیٹے جو میرے ساتھ کھڑے تھے، اُنہوں نے کہا کہ سپینش ہی ہیں اور اب انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔انہوں نے لفظ convert ہوئی ہیں، استعمال کیا تھا۔تو وہ خاتون فوراً بولیں کہ نہیں، مَیں convert نہیں ہوئی بلکہ مَیں اپنے دین میں، اپنے باپ دادا کے دین میں دوبارہ واپس آئی ہوں۔

تو یہاں ایسے بہت سے لوگ ہیں جن کو اپنے آباؤ اجداد کے دین اور اپنی بنیادوں اور اپنی روٹس (Roots) کی تلاش ہے۔پس ہمیں ایسے علاقوں میں، ایسے لوگوں میں بہت کوشش سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔لیکن بار بار مَیں کہہ رہا ہوں کہ اگر اس کام میں برکت ڈالنی ہے تو اپنی حالتوں کو خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہمیں ڈھالنا ہوگا۔حقیقی اسلام کی تلاش کی پیاس ہم ہی بجھا سکتے ہیں۔ایک احمدی ہی بجھا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا کہ سمجھو کہ اسلام کی ترقی کی بنیاد مسجد بنانے سے پڑ گئی تو ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو، تب فائدہ ہوگا۔پس مسجد کے قیام اور مسجد کی آبادی میں اخلاص ہی کام آئے گا۔نہ کہ کوئی چالاکی، نہ ہوشیاری، نہ علم، نہ عقل۔گو یہ چیزیں بھی ساتھ ساتھ کام کرتی ہیں لیکن اخلاص پہلی اور بنیادی چیز ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول پہلی اور بنیادی چیز ہے۔اور جب ذاتی مفادات اور عُہدوں اور اَناؤں سے اونچا ہو کر سوچیں گے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ مسجد بشارت پیدروآباد کی برکت بھی ہمیں نظر آئے گی اور مسجد بیت الرحمٰن ویلنسیا کی تعمیر کے خوش کن نتائج بھی ہم دیکھیں گے۔

اس مسجد کے افتتاح میں جیسا کہ میں نے بتایا، پھر ریسپشن ہوئی، اور اتنے بڑے پیمانے پر یہ پہلی ریسپشن جماعت احمدیہ سپین نے آرگنائز کی تھی جس میں ہمسایوں کے علاوہ پڑھے لکھے لوگ اور سرکاری افسران اور سیاستدان بھی

آئے۔ ہر طبقے کے لوگ تھے اور بڑا اچھا اثر لے کر گئے ہیں۔ اکثر نے یہ کہا کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم آج ہم نے پہلی دفعہ سنی ہے۔ بعض نے کہا ہم بڑے جذباتی ہو رہے تھے بلکہ بعض تو خدا تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں، جنہیں ایتھی اسٹ (atheist) کہتے ہیں، انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں بہت کچھ مذہب کے بارے میں پتہ چلا بلکہ ڈاکٹر منصور صاحب کہہ رہے تھے کہ ان کے ایک واقف کار ڈاکٹر ہیں وہ کافی جذباتی تھے۔

پس آج خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین اور مذہب کی خوبصورتی اگر کوئی بتا سکتا ہے تو جماعت احمدیہ ہے۔ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہیں، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے حبل اللہ کو پکڑنے کے سامان کئے ہوئے ہیں۔ یہ آپ لوگ بعد میں پروگراموں میں بھی دیکھ لیں گے، رپورٹس میں بھی شائع ہو جائے گا۔ ایم ٹی اے نے بھی ریسپشن میں آنے والے بہت سارے لوگوں کے انٹرویو ریکارڈ کئے ہیں جنہوں نے مسجد کے بارے میں بھی، اسلام کے بارے میں بھی اپنے تاثرات بیان کئے ہیں۔ ان میں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ویلنسیا کی اسمبلی کے سپیکر بھی تھے۔ یہ کہیں گئے ہوئے تھے، شاید میڈرڈ گئے ہوئے تھے۔ یہاں رہنے والے جانتے ہی ہیں کہ کتنا فاصلہ ہے۔ ٹرین پر بھی تقریباً دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ اُن کو آنے میں دیر ہو گئی تو اُن کے سٹاف نے یہ کہہ دیا کہ وہ نہیں آسکتے۔ لیکن وہ پروگرام سے ایک گھنٹہ پہلے یہاں سٹیشن پر پہنچے اور اپنے ڈرائیور کو کہا کہ سیدھے مسجد چلو۔ اپنے کسی سرکاری کام سے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ آج وزیر خارجہ کے ساتھ کوئی میٹنگ تھی، مَیں دوپہر وہاں گزار کے آیا ہوں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے مسجد کے پروگرام کو اہمیت دی اور سیدھے یہاں تشریف لائے۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ یہاں آدھا گھنٹہ بیٹھوں گا اور پھر چلا جاؤں گا۔ لیکن پھر کافی دیر بیٹھے، بڑی دلچسپی سے باتیں سنیں، باتیں کیں اور کہنے لگے کہ اسلام کی تعلیم بڑی خوبصورت ہے جو تم نے بیان کی ہے۔ اسی طرح کئی اور لوگ بھی تھے جو یہاں آئے ہوئے تھے۔ سیاست دان تھے، وکیل تھے، ڈاکٹر تھے، ممبر آف پارلیمنٹ تھے تو سب نے بڑا اچھا تأثر لیا۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ پہلا فنکشن تھا جو سپین کی جماعت نے اس پیمانے پر آرگنائز کیا اور 108 کے قریب یہ سپینش افراد تھے جو یہاں آئے ہوئے تھے۔ ہمسائے جو پہلے یہاں مسجد بنانے کے مخالف تھے، اُن میں سے بھی کئی آئے ہوئے تھے۔ اُن میں بعض کو اگر کوئی شبہات تھے جن کا اُس وقت انہوں نے اظہار بھی کیا تو میری تقریر کے بعد وہ دُور ہو گئے۔ میں نے ہمسایوں کے حقوق اور اسلام میں اس کی اہمیت سے ہی بات شروع کی تھی۔ تو بہر حال اس مسجد کے بننے کے بعد دنیا کی اب اس طرف نظر ہے۔ اب یہ بن گئی ہے اور افتتاح کے بعد اخباروں میں آنے کے بعد مزید نظر ہو گی۔ ہم نے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ پس اس ذمہ داری کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ان تلاوت کردہ آیات میں سے آل عمران کی پہلی آیت میں تو اتفاق و اتحاد کی طرف زور دیا ہے تا کہ ہدایت پر قائم رہو اور گمراہی سے بچو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے حصہ لیتے چلے جاؤ۔ تو دوسری آیت میں فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو یَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ کرنے والی ہو، جو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو۔

پس یہ ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکیوں کی تلقین کرے اور برائیوں سے روکے اور یہ جماعت سب سے پہلے مبلغین اور مربیان کی جماعت ہے۔ وہ پہلے مخاطب ہیں۔ کیونکہ آپ مربیان کو خلیفۂ وقت نے تربیت کے لئے اور تبلیغ کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر یہاں بھی اور دنیا میں بھی بھیجا ہے۔ آپ وہ واعظ ہیں جو نصیحت کرتے ہیں، جو یہ بات دنیا کو بتا رہے ہیں کہ اگر نجات چاہتے ہو تو حبل اللہ کو پکڑ لو۔ اگر دنیا و آخرت سنوارنا چاہتے ہو تو محبت، پیار اور بھائی چارے کو فروغ دو۔ اگر خود مربیان اور مبلغین اعلیٰ معیار قائم نہیں کریں گے تو دنیا کو کس طرح نصیحت کریں گے۔ مربیان کا کام جماعت کی تربیت بھی ہے اور تبلیغ بھی۔

پس دونوں کاموں کے لئے بلند حوصلہ ہونا اور بلند حوصلہ دکھانا بہت ضروری ہے۔ صبر کے اعلیٰ معیار قائم کرنے بہت ضروری ہیں۔ اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنا اور کروانا بہت ضروری ہے۔ اپنے قول و فعل میں مطابقت رکھنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا، مربیان جماعت کی دینی اور روحانی ترقی کے لئے خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں۔ پس اس نمائندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ سخت حالات بھی آئیں گے۔ بعض لوگوں اور عہدیداران کے رویے ایسے بھی ہوں گے جو پریشان کریں گے۔ بعض موقعوں پر صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو

گا۔ آخر انسان انسان ہے لیکن فوراً دعا اور استغفار اور اس سوچ کو سامنے لائیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ جماعت کی تربیت کے اعلیٰ معیار بھی قائم کرنے ہیں اور بھٹکی ہوئی دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے بھی لے کر آنا ہے۔ جب یہ سوچ ہوگی تو کسی کی بات آپ کو اپنے مقصد کے حصول سے یا حصول کی کوشش سے ہٹا نہیں سکے گی۔ اَلْعِزَّةُ لِلّٰہ ہر وقت آپ کے سامنے رہے گا۔ آپ نے اپنی زندگیاں وقف کرنے کا جو ایک عہد کیا ہے وہ آپ کے سامنے رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عزت ہی آپ کے سامنے رہے گی نہ کہ اپنی، تو عہدیداران کے غلط رویّوں کی برداشت آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا رہی ہوگی۔ کیونکہ ہر قسم کے حالات میں آپ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ پر عمل کر رہے ہوں گے۔

پس مربی کا کام صرف اپنے آپ کو تفرقہ سے بچانا اور آگ کے گڑھے سے دور کرنا نہیں ہے بلکہ دنیا کو بھی تفرقہ سے بچانا ہے اور آگ کے گڑھے سے دُور کرنا ہے اور یہ کام جیسا کہ میں نے کہا، قربانی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

پھر دوسرے نمبر پر اس آیت کے تحت وہ گروہ بھی آتا ہے جو جماعتی عہدیدار ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو جماعت کی خدمت کے لئے پیش کیا۔ جماعتی عہدیداروں کے سپرد بھی ایک امانت ہے اور امانت کا حق ادا نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آسکتے ہیں۔ یہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ تم پوچھے جاؤ گے اور امانت کا حق تبھی ادا ہوگا یا ہو سکتا ہے جب اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا کی جائے۔ عُہدے صرف عُہدے لینے کے لئے نہ ہوں بلکہ خدمت کے جذبے اور اخلاص و وفا کے نمونے قائم کرنے اور کروانے کے لئے ہوں۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کا ارشاد ہمیشہ پیشِ نظر ہو۔ (کنزالعمال جلد6 صفحہ302 کتاب السفر، قسم الاقوال، الفصل الثانی آداب متفرقة حدیث نمبر17513 دارالکتب العلمیة بیروت ایڈیشن2004ء)۔ عہدیداران کے اپنے نمونے افرادِ جماعت کو بھی نیکیوں پر قائم کرنے والے ہوں۔ اگر خود اپنے قول و فعل میں تضاد ہے تو دوسرے کو کیا اور کس منہ سے نصیحت کر سکتے ہیں۔ دوسرا تو پھر آپ کو منہ پر کہے گا کہ پہلے اپنی برائیاں درست کرو، اپنی زبان کو شستہ کرو، اپنے اخلاق کو بہتر کرو، اپنی دینی حالت کو سنوارو، اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کرو، اپنی نمازوں کو درست کرو، اپنے دنیاوی معاملات میں بھی انصاف قائم کرو، اپنی ایمانداری کے معیار بھی بڑھاؤ، جماعت کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لئے ایک درد پہلے اپنے اندر پیدا کرو، یہ ہر عہدیدار کی ذمہ داری بھی ہے۔ مربیان جو خلیفہ وقت کے دینی تربیت کے لئے نمائندے ہیں، اُن کا احترام کرو۔ یہ بھی عہدیداروں کا سب سے بڑا کام ہے کہ مربیان کا احترام کریں۔ غرض اپنی ظاہری اور باطنی حالت کو اسلام کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو۔ تب ہی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم اُن لوگوں میں شامل ہو جو نیکیوں کو قائم کرنے والے اور برائیوں سے روکنے کا حق رکھتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہر سطح پر، جماعت کے، ہر عہدیدار کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر صدر جماعت اور امیر جماعت کو، جو جو جہاں جہاں ہے ورنہ یہ لوگ جماعت میں تفرقہ کا موجب بن رہے ہیں۔ مربیان اور مبلغین کا سب سے زیادہ احترام، صدر جماعت اور امیر جماعت کو کرنا چاہئے اور اس احترام کی وجہ سے مربیان یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمارا حق ہے بلکہ اس سے اُن میں مزید عاجزی پیدا ہونی چاہئے۔ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف مزید توجہ پیدا ہونی چاہئے۔ اور جب ہم ہر سطح پر اس کے معیار حاصل کر لیں گے تو پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی تربیت کے مسائل بھی حل ہوں گے، بہتر ہوں گے اور تبلیغ کے میدان میں بھی ہم غیر معمولی فتوحات دیکھیں گے۔ یہ اکائی اور احترام اور اتفاق ہمارے ہر کام میں برکت ڈالے گا۔ یہ بھی واضح کر دوں کہ عہدیداران کا آپس کا رویہ اور سلوک بھی ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھا ہونا چاہئے، معیاری ہونا چاہئے۔ یہ بھی بہت ضروری ہے اور یہ کاموں میں برکت ڈالنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اگر پھوٹ پڑی رہے، ایک دوسرے سے اختلافات بڑھتے چلے جائیں، عزتوں اور اَناؤں کا سوال پیدا ہوتا چلا جائے، صبر اور حوصلہ کم ہوتا جائے تو پھر نتیجے بہت منفی قسم کے نکلتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک رئیس تھا، اُس کے پاس کسی شخص نے شکایت کی کہ آپ کا جو فلاں عزیز ہے یا امیر زادہ ہے اُس نے مجھے بڑی گالیاں دی ہیں۔ اُس رئیس نے اُس کو (دوسرے شخص کو، امیر زادے کو) بلایا اور اُس کو بے انتہا گالیاں دیں اور وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ اُس کے بعد رئیس نے اُسے کہا کہ تم نے اس شخص کو کیوں گالیاں دیں؟ تو وہ امیر زادہ کہنے لگا کہ اس شخص نے پہلے مجھے برا بھلا کہا تھا اور مجھ سے صبر نہیں ہو سکا اس لئے میں نے اس کو گالیاں دیں۔ تو اُس رئیس نے اُسے کہا کہ

مَیں نے تمہیں گالیاں دیں اور تم خاموشی سے سنتے رہے۔ اس کا **مطلب** ہے یہ بات نہیں کہ تم میں صبر نہیں تھا۔ تم میں صبر تھا تو تم میری باتیں سنتے رہے۔ صرف اس لئے تم نے اس کو گالیاں دیں اور ضرورت سے زیادہ برا بھلا کہہ دیا کہ وہ تمہارے سے کمتر تھا یا تم اُس کو کمتر سمجھتے تھے اور اگر تم صبر دکھاتے، جو دکھا سکتے تھے اور یہی تم نے میرے سامنے دکھایا جب مَیں نے تمہارے صبر کا ٹیسٹ لیا۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد اول صفحہ454سورۃ آل عمران زیر آیت نمبر18)

پس صبر دکھانے کے یہ ہمارے معیار ہیں کہ جس طرح ہم اونچے کے سامنے صبر کرتے ہیں، اپنی حیثیت سے بڑے کے سامنے یا طاقتور کے سامنے ہم صبر کرتے ہیں، کمزور یا اپنے برابر والے سے بھی اتنا ہی صبر دکھائیں تو تبھی ہم ہر قسم کے فتنے اور فساد ختم کر سکتے ہیں۔ دنیا کو ہم نصیحت کرتے ہیں، اسلام کی خوبصورت تعلیم بتاتے ہیں، لیکن وقت آنے پر ہم میں سے وہ اکثریت ہے جو صبر کا دامن چھوڑ دیتی ہے۔ اگر ہم یہ معیار حاصل کر لیں تو ہماری تبلیغ کے میدان بھی مزید کھلتے چلے جائیں گے۔

عام افرادِ جماعت یہ نہ سمجھیں کہ یہ ساری واقفینِ زندگی اور عہدیداران کی ذمہ داریاں ہیں، آپس میں محبت و پیار کو بڑھانا، صلح اور صفائی کو قائم رکھنا، اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سننا اور اُن پر عمل کرنا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے تقویٰ کے معیار بڑھانا، خلیفہ وقت کی باتوں پر لبیک کہنا یہ ہر احمدی کی ذمہ داری ہے اور یہی چیز جماعت کی اکائی کو بھی قائم رکھ سکتی ہے۔ عہدیداران کی عزت و احترام کرنا اور جماعتی معاملات میں اُن کی اطاعت کرنا یہ ہر فردِ جماعت پر فرض ہے۔ آپس کے تعلقات میں گھروں میں بھی اور باہر بھی اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کرنا، ہر احمدی کی ذمہ داری ہے۔ تبھی آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچائے جائیں گے اور پھر صرف خدا تعالیٰ نے یہی نہیں کہا کہ تبلیغ صرف مبلغین کا کام ہے یا چند اُن لوگوں کا کام ہے جو اپنے آپ کو دعوتِ الی اللہ کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کا ذکر کیا ہے لیکن دعوتِ الی اللہ کے بارے میں عام حکم ہے۔ اگر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے پیروی کرنے اور اسوہ پر چلنے کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو تبلیغ کے کام میں بھی پیروی کرنی ہوگی۔

مَیں نے جو تیسری آیت سورۃ نحل کی پڑھی، اُس میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے اور یہ ذمہ داری ہم پر ڈالی ہے۔ یہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے، ہر مربی کی، ہر عہدیدار کی، ہر فردِ جماعت کی، مرد کی اور عورت کی کہ خدا کے راستے کی طرف بلائیں اور پھر بلانے کا طریق بھی بتا دیا۔ فرمایا کہ حکمت سے خدا تعالیٰ کی طرف بلاؤ۔

اب جو تمہارا تعارف دنیا میں پھیل رہا ہے، لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو رہے ہیں، مسجد کے بننے کے ساتھ مزید راستے تبلیغ کے کھل رہے ہیں، اخباروں نے بھی لکھنا شروع کر دیا ہے تو اللہ یہ فرماتا ہے کہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تبلیغ کی حکمت کو سمجھ کر پھر اس فریضے کو ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جو حکمت کا لفظ تبلیغ کے لئے استعمال کیا ہے تو اس کے بہت سے معنی ہیں، مختلف حالات اور مختلف لوگوں کے لئے راستوں کی طرف نشاندہی کر دی، کس طرح کن لوگوں سے تم نے واسطہ رکھنا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ دین کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے جو قرآنِ کریم کے پڑھنے، اُس کی تفاسیر کے پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے اپنی دلیلوں کو مضبوط کرو۔ پھر بعض باتیں جن کی مزید وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمائی ہوئی ہے، اُن کے ذریعہ سے دلیلوں کو مضبوط کرو۔ اسلام کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بعض اعتراض کئے جاتے ہیں تو ان کے بارے میں بھی مضبوط دلیلیں قائم کرو اور مزید حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

پھر حکمت کے معنی عدل کے بھی ہیں۔ بحث میں ایسی باتیں اور ایسی دلیلیں کبھی نہیں لانی چاہئیں جو اعتراض پر مبنی ہوں اور بجائے اس کے کہ اسلام کی اس تعلیم کے ہر موقع پر ایک مسلمان سے انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں، بعض ایسی باتیں ہو جائیں جو اچھے اثر کے بجائے غلط اثر ڈالیں، جو انصاف کے بجائے ظلم پر مبنی ہوں۔ غیر احمدیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں علمی لحاظ سے مار کھانے لگتے ہیں، فوراً ظلم اور گالی گلوچ اور ایسی باتوں پر اتر آتے ہیں جو بجائے خدا کے کلام کی حکمت ظاہر کرنے کے اُن کا گند ظاہر کر رہی ہوتی ہے۔ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علم کلام سے اس قدر لیس فرما دیا ہے کہ ہمارے کسی قول سے تبلیغ کے دوران ناانصافی اور ظلم کا اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔

پس حکمت سے تبلیغ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

کلام کا مطالعہ بھی ضروری ہے اور یہ صرف تبلیغ میں ہی مدد نہیں دے گا بلکہ یہ ہر احمدی کی تربیت میں بھی ایک کردار ادا کر رہا ہوگا۔

اسی طرح حکمت نرمی اور بردباری کو بھی کہتے ہیں۔ اس میں صبر بھی شامل ہے۔تبلیغ میں نرمی اور صبر بہت ضروری چیز ہے۔ بہت نئے آنے والے جو ہیں خاص طور پر پوچھتے ہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کو کس طرح تبلیغ کریں؟ بعض قریبیوں کے لئے اُن کے دل میں بڑا درد ہوتا ہے۔ ان کی ایک بے چینی کی کیفیت ہوتی ہے۔ خاص طور پر جب وہ اپنے عزیزوں کو احمدیت کے بارے میں بتاتے ہیں تو بجائے باتیں سننے کے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور سختی سے کلام کرتے ہیں تو اُس وقت ہر احمدی کا کام ہے کہ نرمی اور صبر کا مظاہرہ کرے۔ یہ حکمت ہے اور یہ بہت ضروری چیز ہے۔ بہت سوں کے دل جو ہیں وہ حکمت سے نرم ہو جاتے ہیں۔ صبر اور نرمی سے نرم ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگ اپنے واقعات لکھتے ہیں کہ ہمارے صبر اور حوصلہ ایسا تھا کہ لگتا تھا کہ دامن چھوٹ رہا ہے لیکن ہم صبر کرتے رہے اور ہمارا صبر رنگ لایا اور ہمارا فلاں عزیز اب بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔

پھر جو حکمت کا قرآنِ کریم میں لفظ آیا، لغت میں اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ جو چیز جہالت سے روکے۔ یعنی تبلیغ کرنے والے کو ایسی بات کہنی چاہئے جو دوسرے کو جاہلانہ باتیں کرنے سے روکے۔ اُس کے مزاج کے مطابق باتیں ہوں۔ ایسی بات نہ ہو کہ ایسی باتیں تمہارے منہ سے نکل جائیں جو اُس کو مزید جہالت پر ابھارنے والی ہوں۔ بیشک مولویوں کا طبقہ یا بعض ایسے لوگوں کا طبقہ جن کے دل پتھر ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اُن کے لئے جہالت کی موت ہی مقدر کر دی ہے، اگر حکمت سے ان میں سے ہر ایک کی طبیعت اور علم کی حالت کو سمجھتے ہوئے بات کی جائے تو وہاں دل نرم ہونے شروع ہو جاتے ہیں یا کم از کم اگر انسان مانتا نہیں تو خاموش ضرور ہو جاتا ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو نہ ماننے والے اور مذہب کے خلاف جو لوگ ہیں اُن کے بھی دل نرم ہو جاتے ہیں اور وہ غلط اور جاہلانہ اعتراضات کرنے سے باز آ جاتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا ریسپشن کی مثال دیتا ہوں، یہاں آنے والوں میں بہت سارے لامذہب لوگ بھی تھے۔ اُن میں سے ایک جوڑے نے جو ڈاکٹر تھے جب قرآن اور حدیث کے حوالے سے میری باتیں سنیں، تو کہنے لگے کہ یہ مذہب کی باتیں دل کو ایسی لگ رہی ہیں کہ دل چاہتا ہے سنتے چلے جائیں۔ وہ مجھے ملے بھی تھے۔ پس اسلام کی تعلیم تو ایسی پُر حکمت تعلیم ہے کہ اگر ماحول کے مطابق دنیا کے سامنے پیش کی جائے تو دل پر اثر کرتی ہے۔

مَیں دوبارہ کہتا ہوں کہ اب یہ میدان جو صاف ہو رہے ہیں اور یہ تعارف جو بڑھ رہے ہیں انہیں آپ نے سنبھالنا ہوگا۔ اور انہیں سنبھالنا آپ میں سے ہر ایک کا کام ہے۔

پھر حکمت یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ کبھی کوئی غلط بات نہ ہو بلکہ سچی اور صاف بات ہو اور اسلام نے تو ایسی خوبصورت اور سچی تعلیم دی ہے، اسلام ایسا خوبصورت اور سچا مذہب ہے کہ اس کے لئے کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کہ کوئی گول مول بات کی جائے۔ ہم اُن علماء کی طرح نہیں جو کہتے ہیں کہ حکمت کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اگر جھوٹ بھی بولنا ہو تو بول دو اور یہ اُن کی تفسیروں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ حکمت کیسی ہے جس میں جھوٹ ہے؟ جہاں جھوٹ آیا وہاں انصاف، عدل اور امن ختم ہوا۔ اور جہاں یہ چیزیں ختم ہوئیں وہاں فتنہ و فساد پیدا ہوا اور یہی چیز آجکل ہم پاکستان میں اور دوسرے اسلامی ملکوں میں دیکھ رہے ہیں اور جب فتنہ پیدا ہو تو پھر وہاں اسلام نہیں رہتا۔

پس اسلام کی حقیقی تعلیم اگر کوئی پھیلا سکتا ہے، اگر کوئی بتا سکتا ہے تو وہ احمدی ہے جس کی ہر بات صداقت، عدل اور علم پر منحصر ہے۔ پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے ہر احمدی کی جو ہم نے ادا کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح حکمت کے تقاضے پورے کرو۔ یعنی اپنے علم کو بڑھاؤ، اپنے صبر کے معیار کو بڑھاؤ، اپنے عدل کے معیار کو بڑھاؤ، اپنی روزمرہ زندگی میں جس چیز کا اظہار ہوتا ہو، وہ کرو۔ اپنے اندر مزاج شناسی پیدا کرو کیونکہ مزاج شناسی کے بغیر بھی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ مزاج شناسی بھی تبلیغ کے لئے ایک اہم گُر ہے۔ تو پھر تمہارا وعظ جو ہے وہ اعلیٰ ہو سکتا ہے، تمہاری جو تبلیغ ہے وہ پُر حکمت ہو سکتی ہے۔ تب تم موعظہ حسنہ پر عمل کرنے والے ہو سکتے ہو۔ موعظہ حسنہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات جو دل کو نرم کرے۔

پس حکمت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے جو بات ہو وہ دلوں کو نرم کرتی ہے۔ یہاں مختلف قومیں آباد ہیں ان کے لئے مختلف طریق سوچنے ہوں گے کہ کس طرح ان کو احسن رنگ میں تبلیغ کی جائے۔ اس کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرما دی ہے کہ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ یعنی تبلیغ ایسی احسن

دلیل اور حکمت کے ساتھ ہو، تمہاری نصیحت ایسی دل کو لگنے والی ہو کہ دل نرم ہونے شروع ہو جائیں۔تبلیغ کرنا ہر احمدی کا کام ہے۔ باقی اسے پھل لگانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ہدایت فرمانا خدا تعالیٰ کا کام ہے لیکن اس کام کے لئے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا اپنی حالتوں کو بدلنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ تبھی بات اثر کرتی ہے۔تبھی دلیلیں کارگر ہوتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر نصیحت کرنے کے طریق کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''جسے نصیحت کرنی ہو اُسے زبان سے کرو۔ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے۔پس جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:126) کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرزِ کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے۔''

(ملفوظات جلد3صفحہ104ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ حکمت سے بات کرنا آپس میں بھی ضروری ہے اور تبلیغ کے لئے بھی ضروری ہے۔تربیت کے لئے بھی ضروری ہے اور دنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے بھی ضروری ہے۔تبلیغ کے راستے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کھول دیئے۔اس سے فائدہ اُٹھانا اور ایک ہو کر ایک مہم کی صورت میں تبلیغ کے میدان میں اترنا اب افرادِ جماعت کا کام ہے۔آپ پر منحصر ہے کہ کس حد تک اس کو بجالاتے ہیں۔اخباروں نے تو مسجد کے حوالے سے خبریں لگا دیں کہ اسلام نے جھنڈے گاڑ دیئے۔خلیفہ نے کہا کہ سترھویں صدی میں مسلمانوں کو یہاں سے نکالا گیا تھا اب ہم نے واپس یہاں آنا ہے۔لیکن صرف ان خبروں سے تو ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔اس سے ملتی جلتی خبریں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بھی اخباروں میں شائع ہوئی تھیں جب مسجد بشارت پیدروآباد کا افتتاح ہوا تھا۔لیکن جائزہ لیں۔کیا گزشتہ تیس سال میں ہم نے کچھ حاصل کیا۔پس ترقی کرنے والی قومیں اخباری خبروں سے خوش نہیں ہوتیں۔ مقصد حاصل کرنے والی قومیں ریسپشن میں یا دوستوں کی مجالس میں مہمانوں کے جذباتی اظہار سے خوش نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ اپنے جائزے لیتی ہیں۔نئے نئے پروگرام بناتی ہیں۔آپس میں ایک اکائی بن کر نئے عزم کے ساتھ اپنے پروگراموں کو عملی جامہ پہناتی ہیں۔اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتیں جب تک اپنے مقصد کو حاصل نہ کر لیں۔چھوٹی چھوٹی باتیں اُن کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔اس ٹوہ میں نہیں رہتیں کہ امیر جماعت نے یا صدر جماعت نے میرے متعلق کیا بات کی تھی بلکہ ایسی باتیں پہنچانے والوں کو ترقی کرنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔مَیں نے تو زمانے کے امام کے ساتھ عہدِ بیعت باندھا ہوا ہے اور اُسے میں نے پورا کرنا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ان باتوں کی طرف توجہ تو میرے خیالات کو منتشر کر دے گی اور مَیں اپنے مقصد کو بھول جاؤں گا۔اپنے ہم وطنوں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے میں یہ باتیں آپس کی چپقلشیں روک بن جائیں گی۔میرے سے تفرقہ کا اظہار ہوگا۔اس طرح میں اپنی دنیا و عاقبت برباد کرنے والا بن جاؤں گا۔پس اگر تمہیں میرے سے ہمدردی ہے، اگر تمہیں جماعت سے ہمدردی ہے تو یہ باتیں مجھ تک نہ پہنچاؤ بلکہ کسی شخص کو بھی ان کے بارے میں جو باتیں تم سنو، وہ نہ بتاؤ کیونکہ یہ چغلی کے زمرہ میں آتی ہیں۔اگر یہ سوچ ہر احمدی کی، ہر مبلغ کی، ہر عہدیدار کی ہو جائے گی تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ انقلاب کے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔پس ہر سطح پر یہ عزم کریں، چاہے وہ خادم ہیں یا انصار ہیں یا لجنہ کے ممبر ہیں کہ میں نے اسلام کی سربلندی کی خاطر ہر قسم کے تفرقے کو ختم کرنا ہے اور ہر قسم کی رنجشوں اور فتنوں کو جڑ سے اکھیڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

گزشتہ جمعہ میں نے مسجد کی تعداد کے لحاظ سے ذکر کیا تھا۔ٹیکنیکلی تو اتنا ہی ہے جو مَیں نے بتایا تھا لیکن مختلف ہالز میں جو capicity ہے، اس کے مطابق کم از کم چھ سو سے اوپر نمازی یہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔بہر حال اللہ تعالیٰ اس مسجد کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:

ایک دعا کی تحریک بھی کرنی چاہتا ہوں۔نوابشاہ کے ہمارے ایک مخلص احمدی دوست، جو پیشہ کے لحاظ سے وکیل بھی ہیں، دو دن پہلے وہ اپنی دوکان سے آ رہے تھے تو مخالفین نے گولیوں کے فائر کر کے ان کو شدید زخمی کر دیا۔ وہ critical حالت میں ہیں۔ابھی کراچی میں ہسپتال میں ہیں۔ڈاکٹر کچھ عرصہ، آئندہ چند دن اور دیکھیں گے تب بتایا جا سکتا ہے کہ خطرے سے باہر ہیں کہ نہیں ہیں۔اُن کے لئے دعا کریں۔اللہ تعالیٰ اُن کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ غیروں کی نظر میں

رانا عبدالرزاق خاں

مولانا نورالدین اپنے علم وعرفان اور تقویٰ کے لحاظ سے بہت بلند اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ہندوستان کے جید علماء اور بزرگ ان کے متعلق بہت اچھی آراء رکھتے تھے۔

جناب سر سید احمد خان بانی علیگڑھ کالج

آپ کا ایک خط جس کے الفاظ یہ ہیں۔

''جناب مولانا مخدوم ومکرم من جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب'' پھر لکھا ''آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے سر دست میں کچھ نہیں کہہ سکتا افسوس کہ سوال آخر کو آپ نے لاجواب چھوڑا مگر میں ان بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدت شہود کے مقر اور وحدت وجود میں ساکت تھے۔ اس لئے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے'' اس خط کا اختتام اس طرح ہوتا ہے'' آپ کی اس عنایت کا جو آپ نے مجھ گناہ گار پر کی اور اپنی متبرک شفقت دلی سے مجھے عزت بخشی میں اس کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں امید ہے کہ آپ اس گنہگار کے دلی ناچیز شکر کو قبول فرمائیں گے۔

والسلام مع الاکرام سید احمد علی گڑھ 8 مارچ 1897ء'' ''مکتوبات سر سید''

(جلد دوم مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل احمد صاحب پانی پتی ناشر مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور طبع ثانی جون 1985ء)

جناب مولانا عبیداللہ سندھی

برّصغیر کے مشہور سیاسی و مذہبی لیڈر مولانا عبیداللہ سندھی خاص معتقدین میں سے تھے۔ اور اس کا برملا اظہار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے خط بنام ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی صاحب میں لکھتے ہیں'' آپ کو معلوم نہیں کہ میں مولانا نورالدین کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔ آپ مولانا محمد علی اور مولانا صدرالدین سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیالات رکھتے تھے ان کی دعاؤں کو میں اپنے لئے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں محض اس وجہ سے میرے دیوبندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی'' پھر آگے چل کر لکھتے ہیں'' مولانا نورالدین کو علما اسلام میں بہت بڑے درجہ پر مانتا ہوں........اس لئے میں مولانا نورالدین کے خاص شاگردوں کی بہت عزت کرتا ہوں''

('' مولانا عبیداللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات صفحہ 46,45 ''مرتبہ محمد اسلم شائع کردہ ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور)

حکیم نیّر واسطی

مشہور حکیم جناب سیّد احمد علی نیّر واسطی نے'' طب العرب'' پر تشریحات میں حضرت مولانا کے متعلق تحریر کیا:'' اطبائے پنجاب میں حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست کشمیر وجموں کا نام نامی نہایت سربلند ہے جن کے گنگا جمنی طریق علاج نے نظامِ طب میں ایک عجیب تاثیر اور رنگینی پیدا کر دی ہے۔ آپ 1841ء میں پیدا ہوئے فارسی لاہور میں مفتی محمد قاسم سے پڑھی اور طب میں آپ نے لکھنؤ کے مشہور حکیم علی حسین صاحب سے شرف تلمذ حاصل کی''

(تشریحات بر کتاب ''طب العرب صفحہ 444 مرتبہ ایڈورڈ جی براؤن مطبوعات ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور 1954ء)

جناب حکیم محمد افضل صاحب

جناب حکیم محمد افضل صاحب جنرل سیکٹری پنجاب طبی کانفرنس نے آپ کے بارے میں لکھا:'' پنجاب کے مشہور طبیب ہوئے ہیں سن پیدائش 1841ء لاہور، لکھنؤ بھوپال وغیرہ میں دینی اور طبی تعلیم حاصل کی پھر ریاست جموں وکشمیر میں ریاست

کے طبیب رہے۔مہاراجہ صاحب آپ سے بہت عزت سے پیش آتے تھے۔قیام جموں کے زمانہ میں حکیم صاحب کومرزا غلام احمد قادیانی ؑ سے عقیدت ہوگئی۔چنانچہ مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی تائید میں ''تائید براہین احمدیہ'' تالیف کی۔ریاست سے قطع تعلق ہونے کے بعد وطن مالوف بھیرہ تشریف لے گئے۔پھر مکان بنانے کے بعد آپ قادیان چلے آئے اور میرزا صاحب کے ایما سے قادیان میں ہی مقیم ہوگئے۔اور اہل وعیال کو بھی وہیں منگالیا تھوڑے ہی دنوں میں حذاقت کا ڈنکہ بج گیا اور سل،دق،نامردی وغیرہ کے مریض بکثرت آنے لگے کسی مریض کا علاج اگر یونانی طریقہ سے نہ ہوتا تھا تو آپ کو ویدک اور ڈاکٹری دوا میں اضافہ کرنے کے بعد عجیب وغریب کامیابی ہوتی تھی۔''میرزا صاحب کے زمانہ حیات میں اگر ایک طرف میرزا صاحب کے اردگرد معتقدین اور مریدین کا ہجوم ہوتا تھا تو دوسری طرف حکیم صاحب کے مکان پر مرضاء اور طلباء کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔خود میرزا صاحب حکیم صاحب کی شان میں تعریفی کلمات کہنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔اور حکیم صاحب کے علم وفضل کی قدر شناسی کرتے تھے۔میرزا صاحب کے بعد جماعت احمدیہ نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ قرار دیا۔اور کئی سال اس منصب پر فائز رہنے کے بعد 1914ء میں بمقام قادیان ہی انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔آپ علومِ معقول ومنقول میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔طب میں آپ کو درجہ اجتہاد حاصل تھا''

(''مجربات کانفرنس'' نمبر3 صفحہ 7 مرتبہ حکیم محمد افضل)

جناب منشی عبدالعزیز خاں

باغبان پورہ کے ایک صاحب جناب منشی عبدالعزیز خاں صاحب ناظم مدرسۃ العلمین نے 1894ء میں ٹامس کارلائل کی کتاب ''ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ'' کے لیکچر کا اردو ترجمہ ''اسلام اور اس کا بانی'' کے نام سے شائع کیا۔اسے آپ کے نام پر معنون کرتے ہوئے لکھا۔

''نظر بعالی خدمت فیض درجت عمدۃ المحققین وقدوۃ المدققین،حاجی دینِ متین جناب حکیم مولوی نورالدین صاحب.........ان قومی خدمات جلیلہ تقریری وتحریری ومذہبی توجہات جمیلہ لسانی ومالی کے لحاظ سے جو جناب کی ذات بابرکات سے رفاہِ عام کے بارہ میں علی العموم اور اشاعتِ اسلام کے پیرایہ میں علی الخصوص معرضِ ظہور میں آئی ہیں''(تاریخ احمدیت جلد سوم جدید ص 573)

جناب عبدالمجید سالک

جناب عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' کے صفحہ 300۔301 پر لکھتے ہیں۔'' آپ کی حذاقت وذہانت کا شہرہ نزدیک ودور پھیل گیا اور آپ ہندوستان کے چند منتخب اطباء میں شمار ہونے لگے اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی سے عقیدت ہوجانے کی وجہ سے آپ بھیرہ چھوڑ کر قادیان چلے گئے اور بقیہ عمر درس وتدریس علاج ومعالجہ اور پرورش غرباء میں بسر کردی۔آپ کل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کے اعزازی ممبر اور رکن خصوصی بھی تھے۔مرزا صاحب کے انتقال کے بعد آپ ان کے خلیفہ اول قرار پائے''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم جدید ص 531۔536)

جناب مولانا سیّد عبدالحیٔ

''محترم،فاضل،نورالدین صاحب ابن حافظ غلام رسول بھیروی،قادیانی جو مشہور ہیں خلیفۃ المسیح کے بڑے علماء میں سے تھے۔1258ھ میں ایک دیہات بھیرہ شاہ پور میں پیدا ہوئے جیسا کہ منقول ہے کہ ان کا نسب نامہ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتعلم۔علم فارسی،خطاطی،اور مبادی العربیہ پڑھی اور راولپنڈی کے کسی مدرسہ میں فارسی پڑھنے کے لئے کسی کو اپنا استاد مقرر کرلیا تھا اور اقلیدس،حساب اور جغرافیہ بھی پڑھا اور ان کے امتحانوں میں کامیاب ہوئے،پھر ابتدائی مدرسہ کے ناظم مقرر کرلئے گئے،مستقل چار سال اسی پر برقرار رہے،اسی عرصہ میں صرف ونحو،منطق اور علم العقائد کی کچھ کتب پڑھ لیں پھر اس آمدنی سے کنارہ کش ہو گئے،مستقل پڑھنے پڑھانے میں لگے۔شیخ احمد دین سے بھی کچھ کتاب پڑھی،مگر چونکہ ان کے استاد،ادھر ادھر بہت مستقل ہوتے رہے اس لئے انہیں چھوڑ کر لاہور منتقل ہوگئے۔وہاں سے رام پور چلے گئے،شیخ حسن شاہ،شیخ عزیزاللہ،شیخ ارشاد حسین،مفتی سعیداللہ،اور شیخ عبدالعلی سے علم حاصل کیا پڑھنا مکمل کرکے وہاں تین برس ٹھہرے رہے،پھر رام پور سے لکھنؤ سفر کیا فن طب مشہور حکیم علی حسین سے پڑھا،ان کے ساتھ دوسال رہے اس طرح یہ فن میں ماہر ہوگئے،پھر

رام پور سے بھوپال کا سفر کیا، وہاں منشی جمال الدین خان مدار المہام سے ملاقات کی، مفتی عبدالقیوم بن شیخ عبدالحئی برہانوی سے فن فقہ و حدیث پڑھی، 1285ھ میں حج کے لئے سفر کر کے حجاز اقدس میں قیام کیا۔ شیخ محمد خزرجی، سیّد حسین، شیخ رحمت اللہ ہندی جو ''اظہارِ حق'' والے ہیں ان سے بھی پڑھا۔ شیخ جلیل، شیخ عبدالغنی بن ابی سعید دہلوی مہاجر مدینہ منورہ کے ساتھ رہے۔ ان کے ہاتھ پر طریقہ مجددیہ پر بیعت کی پھر بصرہ لوٹ آئے اس کے بعد ان کے اور علماء شہر کے درمیان مناظرات و مباحثات ہوئے اس کے بعد آپ کو جموں شہر کا خاص حکیم مقرر کر دیا گیا اور آپ کی مقبولیت ہوئی پھر امیر شہر جموں سے اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے وظیفہ سے محروم کر دیئے گئے۔ اس وقت اُنکی مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات ہوئی جب مرزا نے ''براہین احمدیہ'' تصنیف کی تو حکیم صاحب نے ایک ''تصدیق براہین احمدیہ'' نام کی لکھی اور اس سے بیعت کی اور اس طرح اس کے مرید ہو گئے۔ حکیم مولوی نورالدین صاحب فی نفسہ بہت بڑے عالم تھے معقول اور منقول تمام علوم کے جامع تھے اور فن طب کے ماہر تھے۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ مرزا کے بارے میں جو دلیل اور علمی باتیں منقول ہیں ان ہی کی طرف سے ہیں۔

(چودھویں صدی کے علماء بر صغیر ص 636.634 اردو ترجمہ "نزھۃ الخواطر" جلد ھشتم ناشر دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی 2004ء)

جناب حکیم محمد حسین قریشی

جناب حکیم محمد حسین قریشی صاحب اپنی ''بیاضِ خاص'' میں تحریر کرتے ہیں:

''حکیم (نورالدین) موصوف دورِ گزشتہ کے ان تین چار طبیبوں میں سے ہیں جن کا اسم گرامی ہندوستان کے طول و عرض میں غیر معمولی شہرت حاصل کئے ہوئے تھا۔ لکھنؤ میں حکیم عبدالعزیز صاحب، دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں صاحب اور پنجاب میں حکیم نورالدین صاحب۔ یہی تین ایسے طبیب تھے جو دوسرے سب طبیبوں سے ممتاز اور معالجہ میں شہرہ آفاق تھے''۔

(بیاض خاص ص27۔ بحوالہ حیات نور مرتبہ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب)(ماخوذ)

☆......☆......☆

پیوستہ خلافت سے رہنا

امۃ الباری ناصر

صد شکر کہ ہم اس گلشن میں آرام و سکوں سے رہتے ہیں
صد شکر کہ ہم اُن میں سے نہیں جو دشتِ خار میں مرتے ہیں

ہاں ہم نے کیا ہے عہدِ وفا ہاں ہم ہیں غلامانِ احمد
یہ کس نے کہا اس رستے میں ہم رُسوائی سے ڈرتے ہیں

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے اُن کی حالت پر جو تپتی دُھوپ میں جلتے ہیں

ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں

وہ لطف جو ایم ٹی اے میں ہے دنیا کے کسی چینل میں نہیں
اخبار ہے اک 'الفضل' کہ جس میں خیر کی خبریں پڑھتے ہیں

لگتا ہے خدا نے سُن لی ہے فریاد جو مضطر نے کی ہے
آقا کو دعا کا خط لکھ کے جب اپنی میز پہ رکھتے ہیں

ہم جاہل، کاہل، عاجز، ہیں رحمٰن کی رحمت کے خواہاں
کوشش کے خالی خانوں میں ہم آنکھ کا پانی بھرتے ہیں

اب شاہد ہے اک پوری صدی کردار کے غازی لوگوں پر
ہم قول و فعل میں یکساں ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں

بچوں کو وصیت ہے میری پیوستہ خلافت سے رہنا
جو رشتہ شجر سے رکھتے ہیں وہ بڑھتے پھولتے پھلتے ہیں

نظام خلافت کی اہمیت اور برکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی نظر میں

مرتب: حبیب الرحمٰن زیروی

خلافت کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔اور نبی کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے۔جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔''

خلافت کی حقیقت معلوم کر لینے کے بعد ضرورتِ خلافت پر غور کرنا چاہئے۔اس کے لئے چند باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

وحدت اور تنظیم کا قیام

انبیاء کی بعثت سے قبل لوگ پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ نبی آ کر ان کو متحد کرتا، ان میں باہم رشتہ محبت جوڑتا ہے۔اور ان کی باہم شیرازہ بندی کرتا ہے۔لیکن اگر نبی کی وفات کے بعد جماعت بغیر کسی جانشین کے چھوڑ دی جائے۔ تو اس کی وحدت اور تنظیم بالکل مٹ جائے۔ وہ پھر پراگندہ بھیڑوں کی طرح خطرات میں گھر جائے۔اور نبی کی تمام کوشش جو اس نے جماعت کو متحد کرنے میں صرف کیں۔رائگاں چلی جائیں۔

پس انبیاء کی جماعتوں کو قائم رکھنے اور ان سے کماحقہٗ کام لینے کے لئے ایک واجب الاطاعت امام کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اسی کو خلیفہ کہتے ہیں۔پس جماعت، نظام، وحدت اور مرکزیت ایک شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کو واجب الاطاعت یقین کرنے میں ہی مضمر ہے۔

خلافت کا وجود کیوں ضروری قرار دیا جاتا ہے۔سو یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء جس کام کے لئے دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں اگر وہ ان کی زندگی میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچ جاوے تب تو بے شک ان کے کسی نائب یا خلیفہ کے مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہوسکتی لیکن ان کا کام اگر وفات کے بعد بھی باقی ہو تو ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کا کوئی جانشین ہونا چاہئے جو ان کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس جانشین کو ہی اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہا جاتا ہے۔اسی چار حکمت کی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''دنیا میں کوئی بھی نبوت ایسی نہیں ہوئی جس کے بعد خدا تعالیٰ نے خلافت کا سلسلہ قائم نہ کیا ہو۔'' (کنز العمال جلد 6صفحہ 109)

گویا خلافت اس تغیر اور انقلاب کا ایک ذریعہ ہے جو انبیاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد یوشعؑ اور حضرت مسیح ناصریؑ کے بعد پطرس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اسی بنا پر خلفاء ہوئے اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

''چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف واولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔''

(شہادۃ القرآن صفحہ 58)

اسی طرح ''الوصیت'' میں ضرورتِ خلافت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلة: 22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ ؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا...... سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔

(روحانی خزائن جلد 20، الوصیة صفحہ 304-305)

جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی حیثیت

''جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی حیثیت دنیا کے تمام بادشاہوں اور شہنشاہوں سے زیادہ ہے اور وہ دنیا میں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمائندہ ہے۔''

(الفضل 27/ اگست 37ء)

میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ

غرض اس خانہ کو بتوں سے پاک وصاف کرنے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے، تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے اور یہ راہ مَیں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا۔ بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ مَیں بتاؤں۔ اور وُہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو۔ اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے۔ مکہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا تھا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) اسی طرح پر اگر تم میری پیروی کرو گے، تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ تزکیۂ نفس کے لئے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے چلہ کشیاں نہیں کی تھیں۔ ارّہ اور نفی واثبات وغیرہ کے ذکر نہیں کئے تھے، بلکہ اُن کے پاس ایک اور ہی چیز تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں محو تھے، جو نور آپؐ میں تھا۔ وُہ اس اطاعت کی نالی میں سے ہو کر صحابہؓ کے قلب پر گرتا اور ماسوی اللہ کے خیالات کو پاش پاش کرتا جاتا تھا۔ تاریکی کے بجائے اُن سینوں میں نور بھرا جاتا تھا۔ اس وقت بھی خوب یاد رکھو۔ وہی حالت ہے جب تک کہ وہ نور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے تمہارے قلب پر نہیں گرتا۔ تزکیہ نفس نہیں ہوسکتا۔ انسان کا سینہ مہبط الانوار ہے اور اسی وجہ سے وہ بیت اللہ

کہلاتا ہے۔ بڑا کام یہی ہے کہ اس میں جو بت ہیں۔ وہ توڑے جائیں اور اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ۔ میرے صحابہؓ کے دلوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ دل میں اللہ ہی اللہ ہونے سے یہ مُراد نہیں کہ انسان وحدتِ وجود کے مسئلہ پرعمل کرے اور ہر کتے اور گدھے کو معاذ اللہ خدا قرار دے بیٹھے۔ نہیں نہیں۔ اس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا جو کام ہو اس میں مقصود فی الذات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو نہ کچھ اور۔ اور یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔

بر کریماں کارہا دُشوار نیست

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 121.120)

اولی الامر کی اطاعت

اور میری تو سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ لوگوں کو خواہ مخواہ ایک دوسرے کو علیحدہ کر کے گورنمنٹ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ یہ گورنمنٹ پر بدظنی ہے۔ قرآن شریف میں حکم ہے **اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم**(النساء:60)۔ یہاں اولی الامر کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ منکم میں گورنمنٹ داخل نہیں، تو یہ اس امر کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے، وہ اسے منکم میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا۔ وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیے اور اس کے حکم مان لینے چاہئیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے لئے یہ لازم تھا کہ انسداد طاعون کے متعلق شکر گزاری کے میموریل گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجتے، مگر یہاں بجائے شکر گزاری کے ناشکر گزاری ہو رہی ہے اور کوئی معقول وجہ ناراضگی کی بجز اس کے معلوم نہیں ہوتی کہ عورتوں کی نبض مرد ڈاکٹر دیکھتے ہیں۔ سو اس بارہ میں یہ معلوم ہوا ہے کہ اول تو اس نقص کے معلوم ہو جانے پر گورنمنٹ نے اس شکایت کو رفع کر دیا ہے اور دائیاں مقرر کر دی ہیں جو مستورات کا ملاحظہ کرتی ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا نہ بھی ہوتا، تو بھی اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی۔

(ملفوظات جلد اوّل 171.170)

ایک مخلص اور وفادار جماعت

اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں۔ نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹھانے پڑے۔ اور ان کے عوارض اور اسباب میں سے جماعت کی کمزوری اور بیدلی بھی شامل تھی؛ چنانچہ جب ان کو گرفتار کیا گیا، تو پطرس جیسے اعظم الحواریّین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا، بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیج دی۔ اور اکثر حواری ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہؓ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا، جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا۔ یہاں تک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے آخر کار ان کو بامراد کیا۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس قدر اور قدر کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ جس دن سے میں نے نصیبین کی طرف ایک جماعت کے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس خدمت پر مامور کیا جائے اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر اس کو بھیجا جائے۔ تو اس کی بڑی ہی خوش قسمتی ہے۔ بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن میں ان درخواستوں سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کو اس سفر کے واسطے منتخب کر چکا تھا اور مولوی قطب الدین اور میاں جمال دین کو ان کے ساتھ جانے کے واسطے تجویز کر لیا تھا۔ اس واسطے مجھے ان احباب کی درخواستوں کو رد کرنا پڑا۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے بصد مشکل اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پاک نیتوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائیں گے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 224.223)

خناس کون ہے؟

پھر فرمایا من شر الوسواس الخناس(الناس:5)یعنی وسوسہ ڈالے والے خناس کے شر سے پناہ مانگو۔خناس عربی میں سانپ کو کہتے ہیں جیسے عبرانی میں نحاش کہتے ہیں،اس لئے کہ اس نے پہلے بھی بدی کی تھی۔یہاں ابلیس یا شیطان نہیں فرماتا۔تا کہ انسان کو اپنی ابتداء کی ابتلا یاد آوے کہ کس طرح شیطان نے ان کے ابوین کو دھوکہ دیا تھا۔اس وقت اس کا نام خناس ہی رکھا گیا تھا۔یہ ترتیب خدا نے اس لئے ترتیب فرمائی ہے تا کہ انسان کو پہلے واقعات پر آگاہ کر کے جس طرح شیطان نے خدا کی اطاعت سے انسان کو فریب دے کر روگردان کیا ہے، ویسے ہی وہ کسی وقت ملک وقت کی اطاعت سے بھی عاصی اور روگردان نہ کر ادے۔یوں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ارادوں اور منصوبوں کی جانچ پڑتال کرتا رہے کہ مجھ میں ملک وطن کی اطاعت کس قدر ہے اور کوشش کرتا رہے اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے کہ کسی مدخل سے شیطان اس میں داخل نہ ہو جائے۔اب اس سورۃ میں جو اطاعت کا حکم ہے،وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کا حکم ہے،کیونکہ اصل اطاعت اسی کی ہے،مگر والدین،مرشد وہادی اور بادشاہ وقت کی اطاعت کا بھی حکم ہے،کیونکہ ان کی اطاعت کا حکم خدا ہی نے دیا ہے۔اور اطاعت کا فائدہ یہ ہوگا کہ خناس کے قابو سے بچ جاؤ گے۔پس پناہ مانگو کہ خناس کی وسوسہ اندازی کے شر سے محفوظ رہو،کیونکہ مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔ایک بار جس راہ سے مصیبت آئے دوبارہ اس میں نہ پھنسو۔پس اس سورۃ میں صریح اشارہ ہے کہ بادشاہ وقت کی اطاعت کرو۔خناس میں خواص اسی طرح ودیعت رکھے گئے ہیں۔جیسے خدا تعالیٰ نے درخت پانی آگ وغیرہ چیزوں اور عناصر میں خواص رکھے ہیں۔عنصر کا لفظ اصل میں عن سرّ ہے۔عربی میں س اور ص کا بدل ہو جاتا ہے۔یعنی یہ چیز اسرار الٰہی میں سے ہے۔درحقیقت یہاں پر آکر انسان کی تحقیقات رک جاتی ہے۔غرض ہر ایک چیز خدا ہی کی طرف سے ہے۔خواہ وہ بسائط کی قسم سے ہو خواہ مرکبات کی قسم سے۔جبکہ یہ بات ہے کہ ایسے بادشاہوں کو بھیج کر اس نے ہزار ہا مشکلات سے ہم کو چھڑایا اور ایسی تبدیلی بخشی کہ ایک آتشی تنور سے نکال کر ایسے باغ میں پہنچا دیا۔جہاں فرحت افزا پودے ہیں اور ہر طرف ندیاں جاری ہیں اور ٹھنڈی خوش گوار ہوائیں چل رہی ہیں۔پھر کس قدر ناشکری ہوگی اگر کوئی اس کے احسانات کو فراموش کر دے۔خاص کر ہماری جماعت کو جس کو خدا نے بصیرت دی ہے اور اس میں نفاق نہیں ہے۔کیونکہ انہوں نے جس سے تعلق پیدا کیا ہے اس میں نفاق نہیں ہے۔شکر گزاری کا بڑا عمدہ نمونہ بننا چاہیے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 321۔322)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہم تصریحات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے احباب جماعت میں پاکیزگی اعمال کے وصف کو ترقی دینے اور بحیثیت جماعت ان کے باہمی اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی غرض سے اطاعت کی اہمیت کو اس قدر شدّ و مد کے ساتھ واضح فرمایا کہ اس کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔آپ نے ایک طرف امام اور امام کے قائم کردہ نظام کے احترام اور اس کی عظیم الشان برکات پر اور دوسری طرف اطاعت سے گریز کی وجوہات اور اس کے خطرناک نتائج پر بار بار بہ تکرار ایسے پُر اثر انداز میں روشنی ڈالی اور اِس قدر جامعیت کے ساتھ ان سب امور کو ذہن نشین کرایا کہ اتنی وضاحت کے بعد یہ ممکن ہی نہ رہا کہ ایسا شخص جو ایمان کی قدر و قیمت پہچانتا ہو۔وہ نظام کے احترام سے کبھی غفلت برتنے کا مرتکب ہو۔

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُر معارف خطبات اور تفسیر کبیر کے بعض ایسے اقتباسات یکجائی صورت میں ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں جن میں حضور نے اطاعت کی بنیادی اہمیت کو واضح فرمایا ہے

خلیفہ خدا بناتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ 14 / مارچ 1914ء کو تختِ خلافت پر متمکن ہوئے جس کے چند روز بعد حضور نے ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے۔'' کے عنوان سے ایک تاریخی ٹریکٹ شائع فرمایا جس میں یہ حقیقت نمایاں کی کہ:

''خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب اپنی خلافت کے زمانہ میں چھ سال متواتر اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے نہ انسان۔اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی

گئی۔'' (صفحہ 3)

تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں

'' خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ خلفاء مقرر کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔......

پس تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی۔ جیسا کہ مشہور ہے اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بے شک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔''

(درس القرآن المجید مطبوعہ 1921ء)

'' (لاشرقیة ولاغربیة) میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ انتخاب خلافت میں مشرق و مغرب کا خیال نہیں رکھنا چاہئے بلکہ مسلمانوں میں سے جو شخص لائق ہو اس کو خلیفہ بنانا چاہئے۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 320)

دین کا خلاصہ ہے اطاعت! اطاعت! اطاعت!

'' دنیا میں ہر کام کے لئے کچھ رستے ہوتے ہیں اور ان رستوں کے بغیر کسی جماعت کا ترقی کرنا بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ قومی ترقی کے رستوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو قومی کارکن اور جماعتی خادم ہوں ان کے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پایا جائے۔ جب تک اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پوری طرح نہ پایا جائے جماعتی کام کبھی ترقی نہیں کر سکتے...... پس جماعتی ترقی کے لحاظ سے اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ کارکنوں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

یعنی جو شخص میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ مگر انسانی کمزوریوں میں جہاں اور نقائص ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ، عیب، سستی، کسل وغیرہ یا طنز و طعن کی بات کرنا، وہاں بعض لوگوں میں یہ نقص بھی ہوتا ہے کہ وہ اطاعت سے گریز کرتے ہیں اور جب بھی انہیں کوئی حکم ایسا دیا جاتا ہے جو ان کی پسند کے خلاف ہوتا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے قوم کو قطعی طور پر پاک کرنا تو ناممکن ہوتا ہے مگر اس کو برداشت کر لینا بھی ناممکن ہے۔ بے شک ایک انسان کی عادت ہی ایسی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے ایسا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ افسر کے احکام کو نہ مانے اور جب کوئی حکم دے تو اس پر حملہ کرنے اور کاٹنے کی کوشش کرتا ہے مگر جہاں وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے وہاں سلسلہ بھی مجبور ہے کہ اگر ایسا انسان اپنی اصلاح نہ کرے تو اسے جماعتی کاموں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی طبیعت کی اصلاح نہ کرے تو اُسے بھی جماعتی کاموں سے علیحدہ کر دے۔

عدم اطاعت کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ ایسا شخص کبھی تو ایسے خاندان سے تعلق رکھنے والا ہوتا ہے کہ جس کی لوگ عزت کرتے ہیں اور اس وجہ سے اُس کا دماغ خراب ہو چکا ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کسی کو مجھے حکم دینے کا حق نہیں۔ کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی بیماری کے نتیجہ میں اس کی طبیعت میں چڑ چڑا پن پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے اندر غرور اور کبر کا مادہ ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اتنا بڑا عالم اور عقلمند انسان ہوں کہ کسی کو مجھے کوئی حکم دینے کا حق ہی نہیں۔ پھر بعض لوگ ایسی دماغی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جو کام بھی اُن کے سپرد کیا جائے وہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کام کی باگ ڈور کلیتۂ میرے ہاتھ میں نہ دی جائے اور تمام

اختیارات میرے ہاتھ میں نہ ہوں کام چل ہی نہیں سکتا۔ ہندوستان کے لوگوں میں بالخصوص یہ خرابی پائی جاتی ہے کہ جو کام بھی ان کے سپرد ہو وہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام اختیارات ان کے ہاتھ میں ہوں۔''

''میں نے دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک اصلاح کی صورت رہنے کے بعد پھر یہ مرض سلسلہ کے بعض کارکنوں میں پیدا ہونے لگا ہے۔ آج سے 15، 20 سال پہلے یہ خرابی پیدا ہوئی تھی مگر وہ دبانے سے دب گئی۔ لیکن اب پھر کچھ نوجوان ایسے ہیں جو حکم نہیں مانتے اور سرکشی کرتے ہیں۔ جس طرح جب کسی جانور کو چھیڑا جائے تو وہ دولتی مارتا ہے اسی طرح ان کی حالت ہے جب انہیں کوئی حکم دیا جائے تو وہ دولتی مارنے اور کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا کام غیر شریفانہ اور ناشائستہ ہوتا ہے۔ انہیں میں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور اطاعت وفرمانبرداری کی عادت ڈالیں اور میں افسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی سیدھا راستہ اختیار کیا کریں۔ وہ صاف کہہ دیں کہ مجھے یہ حکم دینے کا اختیار ہے اور میں یہ حکم دیتا ہوں اگر مانتے ہو تو مانو ورنہ انکار کردو۔ پھر ایسے موقعہ پر بزدلی نہ دکھانی چاہئے اور ایسے لوگوں کے متعلق فوراً فیصلہ کردینا چاہئے۔ خط وکتابت پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ جواب دہ ہیں اپنے افسروں کے سامنے اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں۔ صدرانجمن احمدیہ میرے سامنے ذمہ دار ہے، ناظر صدرانجمن احمدیہ کے سامنے ذمہ دار ہیں، ان کے ماتحت مجالس یا افسر اُن کے سامنے ذمہ دار ہیں۔ اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں۔ پس ایسی صورت میں کسی افسر کو خط وکتابت پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، وہ صاف کہہ دے کہ یہ میرا اختیار ہے اور میں یہ حکم دیتا ہوں اس کی تعمیل ضروری ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ ماتحت اس حکم کے خلاف اپیل کرسکتا ہے مگر حکم ملتے وقت اس کا فرض ہے کہ اس کی تعمیل کرے۔ اس کے بعد اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس حکم کا دینا افسر کے اختیار میں نہ تھا تو وہ اس کی اپیل کرسکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی انکار کرتا ہے تو فوراً اس کے متعلق فیصلہ کیا جائے، لٹکانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی بزدلی کی بات ہوتی ہے کہ ماتحت کی بات سن کر فیصلہ نہ کیا جائے اور بحث اور دلائل میں پڑا جائے۔ اس کے بعد وہ کارکن یا تو حکم کی تعمیل کرے گا اور کام کرے گا اور یا پھر کام چھوڑ دے گا۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حکم مان لے مگر افسروں کے پاس اپیل کرے۔ اگر اپیل کا فیصلہ اس کے حق میں ہو تو پھر افسر کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے......

میں پہلے بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ سلسلہ مقدم ہے سب انسانوں پر۔ سلسلہ کے مقابلہ میں کسی انسان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ خواہ وہ کوئی ہو حتّٰی کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا بھی مجرم ہو تو اس کا بھی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ کوئی انسان سلسلہ سے بالا نہیں ہوسکتا۔......اسلام اور احمدیت کے لئے اگر ہمیں اپنی اولادوں کو بھی قتل کرنا پڑے تو ہم اپنے ہاتھوں سے قتل کردیں گے۔ لیکن سلسلہ کو قتل نہ ہونے دیں گے۔ پس تم اپنے اندر سلسلہ کی صحیح اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کا فضل تم پر نازل ہو، اگر تم چاہتے ہو کہ بے دینوں کی موت نہ مرو۔ اور ایسے مقام پر کھڑے نہ ہو کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ تم کو مرتدین میں داخل کردے تو اپنے اندر صحیح اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا کرو۔ احمدیت یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، احمدیت ایک ایسی دھار ہے کہ جو بھی اس کے سامنے آئے گا وہ مٹا دیا جائے گا۔ یہ تلوار کی دھار ہے اور جو بھی اس کے سامنے کھڑا ہوگا وہ ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ جس سلسلہ کو قائم کرنا چاہتا ہے اس کی راہ میں جو بھی کھڑا ہو وہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں کسی انسان کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ خواہ وہ کوئی ہو، خواہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا کیوں نہ ہو، خواہ وہ میرا بیٹا کیوں نہ ہو، سلسلہ مقدم اور غالب ہے ہر انسان پر۔ پس میں نے پھر ایک دفعہ کھول کر اس بات کو بیان کردیا ہے تا کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ غفلت ہوگئی اور خیال نہ رہا۔ خوب یاد رکھو کہ اطاعت، اطاعت، اطاعت، خلاصہ ہے دین کا جو شخص افسر کی اطاعت نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اس کی نمازیں اور اس کے روزے اور اس کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ وہ کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اور ایک دھکے سے کافروں میں جاگرے گا اور اس کی نمازیں اور اس کے روزے اور اس کی زکوٰۃ اور اس کے صدقات اس کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ جو شخص نمازیں پڑھتا ہے، چندے دیتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، صدقات کرتا ہے اور دوسری نیکیاں بجالاتا ہے مگر اس میں یہ نقص ہے کہ وہ اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتا تو وہ ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں ابلیس تھا۔ ابلیس بھی اپنے آپ کو موحد سمجھتا تھا۔ اس لئے ایک دن وہ کچھ اَور تھا اور دوسرے دن کچھ اور ہوگیا......وہ انسان جو اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتا اور سلسلہ کے کام میں تعاون نہیں کرتا وہ اس خطرہ میں ہے کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بے دینوں اور کافروں کی موت مرے۔

پس میں آج پھر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پیدا کرو۔ جب تک یہ روح زندہ رہے گی احمدیت زندہ رہے گی لیکن جب یہ روح

مٹ گئی اور نشوز اور سرکشی کی عادت پیدا ہوگئی۔ وہ دن اگر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی سلسلہ کے خاتمہ کا دن ہوگا تو تم اس کا گلا گھونٹنے والے ہوگے۔ لیکن اگر وہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلسلہ کے خاتمہ کا نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تمہارا گلا گھونٹ دیں گے۔''

(الفضل 15 جون 1944ء)

تم عیسائیوں کو دیکھ لو انہیں تم کچھ کہہ لو۔ چاہے اُن کو خدا کا منکر کہو، چاہے اُن کو صلیب پرست کہو، چاہے اُن کو مشرک کہو اور چاہے اُن کو ضالّین کہہ لو مگر ایک مثال اُن کے اندر ایسی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی آنکھ اُن کے سامنے جھک جانے پر مجبور ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اندر خلافت قائم کی جائے گی اور اِس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اندر خلافت قائم بھی کی لیکن مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کو اپنی نادانی سے اُڑا دیا اور عیسائیوں نے خود خلافت قائم کی جو اُنیس سَو سال کا لمبا عرصہ گزارنے کے باوجود آج تک اُن کے اندر قائم ہے۔ عیسائیوں کے پوپ کو دیکھ لو اُس کو وہ خلیفہ کے برابر ہی سمجھتے ہیں اور باوجودیکہ مذہب نے اُن کو کوئی ہدایت نہیں دی تھی انہوں نے خدا تعالیٰ کی گزشتہ سنت کو دیکھتے ہوئے اِسی میں اپنی بہتری سمجھی اور کہا آؤ ہم اس خدائی سنت سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنے اندر خلافت قائم کریں۔ وہ قوم دینی لحاظ سے بالکل تباہ ہوگئی، وہ قوم اچھے اعمال کو کھو بیٹھی، اس قوم نے اپنے آپ کو کلّی طور پر دُنیوی رنگ میں رنگین کر لیا، اس قوم نے خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی لیکن اُنہوں نے آج تک اِس چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے کہ آج بھی ان کا پوپ یورپ کے بڑے سے بڑے تاجدار اور شہنشاہ کی برابری کرتا ہے اور بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ بادشاہت ہمیں پوپ سے ہی پہنچی ہے۔ یہ وہ چیز تھی جو اُن کی کامیابی کا موجب ہوئی۔ اگر مسلمان بھی اِس کو قائم رکھتے تو آج اِن کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اِنہوں نے خلافت کو اُڑا دیا اور پھر اپنے دلوں کو تسکین دینے کے لئے ہر بادشاہ کو خلیفہ کہنا شروع کر دیا مگر کُجا لکڑی کی بنی ہوئی بھینس اور کُجا اصل بھینس۔ لکڑی کی بنی ہوئی بھینس کو دیکھ کر کوئی شخص خوش نہیں ہو سکتا لیکن وہ اپنی اصل بھینس کو دیکھ کر ضرور خوش ہوتا ہے چاہے وہ کتنی ہی لاغر اور دُبلی پتلی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ دودھ دے یا نہ دے۔

(تقریر فرمودہ 25/ جون 1944ء بمقام قادیان)

حضرت مصلح موعودؓ کی مستقبل کے متعلق ایک اہم پیشگوئی

حضورؓ نے سلسلہ احمدیہ میں دائمی خلافت کی خوشخبری سناتے ہوئے 8/تبوک 1329ہش (مطابق 8/ستمبر 1950ء) کو کراچی میں ایک خطبہ جمعہ کے دوران یہ ایمان افروز ارشاد بھی فرمایا کہ:

''میری وفات خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اُس دن ہوگی جس دن میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کے ساتھ اپنے کام کو ختم کر لوں گا۔...... اور وہ شخص بالکل عدم علم اور جہالت کا شکار ہے جو ڈرتا ہے کہ میرے مرنے سے کیا ہوگا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ تمہارے لئے قدرتِ ثانیہ بھیج دے گا مگر ہمارے خدا کے پاس قدرتِ ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرتِ ثالثہ بھی ہے اور اس کے پاس قدرتِ رابعہ بھی ہے۔ قدرتِ اولیٰ کے بعد قدرتِ ثانیہ ظاہر ہوئی۔ اور جب تک خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو ساری دنیا میں پھیلا نہیں دیتا اس وقت تک قدرتِ ثانیہ کے بعد قدرت ثالثہ آئے گی اور قدرت ثالثہ کے بعد قدرتِ رابعہ آئے گی اور قدرت رابعہ کے بعد قدرتِ خامسہ آئے گی اور قدرتِ خامسہ کے بعد قدرتِ سادسہ آئے گی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا چلا جائے گا۔''

(الفضل 22/ ستمبر 1950ء صفحہ 7,6)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے:

''کلیسیا کی طاقت کا نسخہ'' (تذکرہ صفحہ 607) یعنی کلیسیا کی طاقت کی ایک خاص وجہ ہے اس کو یاد رکھو گویا قرآن کریم نے کما استخلف الذین من قبلھم کے الفاظ میں جس نسخہ کا ذکر کیا تھا۔ الہام میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں اسی طرح یا اس کے قریب قریب تم بھی اپنے لئے خلافت کے انتخاب کا طریقہ ایجاد کرو۔ چنانچہ اس طریق سے قریباً انیس سو سال سے عیسائیوں کی خلافت محفوظ چلی آتی تھی عیسائیت کے خراب ہونے کی وجہ سے بیشک انہیں وہ نور حاصل نہیں ہوتا جو پہلے زمانوں میں حاصل ہوا کرتا تھا۔ مگر جماعت احمدیہ اسلامی تعلیم کے مطابق اس قانون کو ڈھال کر اپنی خلافت کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک محفوظ کر سکتی ہے چنانچہ اسی کے مطابق میں نے آئندہ انتخابِ خلافت کے متعلق ایک قانون بنا دیا

ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت احمدیہ ایمان بالخلافت پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لئے صحیح جدوجہد کرتی رہی۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قیامت تک یہ سلسلہ خلافت قائم رہے گا۔ اور کوئی شیطان اس میں رخنہ اندازی نہیں کر سکے گا۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 390)

پس نظام سلسلہ کا مرکزی نقطہ خلافت قرار پائی۔ پھر درجہ بدرجہ وہ شعبے اور تنظیمیں ہیں جو خلفاء نے وقتاً فوقتاً قائم فرمائیں۔ اس لحاظ سے حضرت مصلح موعودؓ کے وصال تک نظامِ سلسلہ کی مندرجہ ذیل شاخیں قرار پاتی ہیں۔

(1) نظامِ خلافت و انتخاب خلافت کا نظام، (2) شوریٰ کا نظام، (3) وصیت کا نظام، (4) قضاء کا نظام، (5) انتظامی شعبے اور جماعتی نظام، (6) ذیلی تنظیمیں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ، (7) تحریک جدید کا نظام، (8) وقفِ جدید کا نظام، (9) جلسہ سالانہ کا نظام، (10) نظامِ سلسلہ کے مرکز کا نظام

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے آخری ہزار سال تو بہرحال خدا اور اس کے مسیح کا ہے اور صلاح کا اور تقویٰ کا اور خیر کا اور برکت کا ہے۔ آخر یہ اگلا ہزار سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور کسی نے زندہ تو رہنا نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے تو اور کس نے زندہ رہنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور نہ کسی کے دل میں ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش پیدا ہوئی نہ اپنے رہنے کی خواہش کبھی پیدا ہو سکتی ہے یعنی اگر کسی انسان کو زندہ رہنا چاہیئے تھا تو وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ وفات پا گئے تو اب ہم کیا سوچیں اور کیا خواہشات رکھیں لیکن ہمیں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی خلافت قائم رہے گی اور کوئی خلیفہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو تمہیں شریعت اسلامیہ سے استہزا کرنے کی اجازت دے دے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو پھر تو گویا خلافت ختم ہو گئی۔ تو یہ بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ خلافت سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور خلافت سے جو برکات وابستہ ہیں اُن کو حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔''

(خطبات ناصر جلد7 صفحہ 399)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس یہ برکتیں بتاتی ہیں کہ خلیفہ خدا نے مقرر فرمایا ہے کیونکہ ایسی نصرت کے کام، ایسی نصرت کے واقعات اور ایسی نصرت کے مظاہرے ہوتے ہیں کہ جن میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہوتا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ جس طرح اس نصرت میں انسانی ہاتھ نظر نہیں آ رہا اسی طرح انتخاب خلافت میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان جو کہے اللہ تعالیٰ مجبور ہو جائے اور اس کی مدد اور نصرت کرنا شروع کر دے۔ کیا تم اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کو مجبور کر سکتے ہو؟ نہیں! جب تک تم اس کے فضل اور رحم کو جذب نہیں کرو گے، تم اس کی مدد اور نصرت کس طرح لے سکتے ہو۔''

(خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 524)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس جماعت احمدیہ کے بڑے بھی اور چھوٹے بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی سن لیں کہ اگر انہوں نے احمدیت میں رہنا ہے اور بیعتِ خلافت میں رہنا ہے تو انہیں اسلام اور اس کے غلبہ کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اسلام کے چھوڑنے کے بعد، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ لینے کے بعد احمدیت کے اندر اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، نہ آج ہے اور نہ کل ہو گی۔ کبھی نہیں ہو گی۔ قیامت تک نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو شیطانی وسوسوں اور حملوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس پیار سے احباب جماعتِ احمدیہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں کیا ہے خدا کرے ہم میں سے ہر ایک اس پیار کا وارث اور مستحق اور اہل ثابت ہو۔ ہم خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر کے غلبۂ اسلام کی اس مہم میں جو مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اس زمانہ میں شروع ہوئی ہے اس میں ہر قسم کی قربانیاں دے کر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کی ہمیشہ مقبول سعی کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں عمل کی توفیق دے اور ایسے عمل کی توفیق دے جسے وہ اچھا سمجھے اور قبول کر لے اور جزا دے اس دنیا میں بھی اور آنے والی زندگی میں بھی۔ خدا تعالیٰ ہمیں کبھی دھتکار کر پرے نہ پھینکے بلکہ پیار کے ساتھ اپنے گلے کے ساتھ لگا لے اور ہماری بشری کمزوریوں کو معاف کر دے اور جو ہمت والوں کو اس نے کبھی ہمتیں دیں اور جو ایثار پیشہ جماعتوں کو اُس نے کبھی ایثار عطا کیا اس سے بڑھ کر ہمت اور ایثار جماعت احمدیہ کو عطا کرے تا کہ اسلام کی صداقت ساری دنیا پر ظاہر ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہر

دل میں پختگی کے ساتھ گاڑا جاسکے۔اے خدا تو ایسا ہی کر۔''

(خطبات ناصر جلد 6 صفحہ 624)

آپ نے فرمایا:

جہاں تک عقیدہ کا سوال ہے، ہم اس عقیدہ پر قائم ہیں اور ہم سے مراد امت محمدیہ ہے جس میں پہلے بھی خلافت رہی۔ اب بھی خلافت ہے اور رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور منافق کا یہ عقیدہ ہے یا کم از کم وہ اس عقیدہ کا اظہار یہی کرتا ہے کہ چونکہ انسانوں کے ہاتھ سے یہ فعل ہوتا ہے اس لئے کئی بے وقوف لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کو کہا کہ تم جا کر اپنا انتخاب کرلو اور میں یہی سمجھ لوں گا کہ میں نے خلیفہ بنایا ہے۔ یہ بات تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ پر بھی یہی اعتراض کیا گیا تھا کہ آپ کو خدا نے خلیفہ نہیں بنایا۔ اس سلسلہ میں آپ کے بہت سارے حوالے ہیں۔ جن میں سے اس وقت میں چند ایک آپ کو سنا دیتا ہوں۔

آپ نے 1912ء میں فرمایا تھا:

''یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو۔ یہ تو خدا سے شکوہ کرنا ہے چاہئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہوگیا۔ کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے.....کوئی کہتا ہے کتابوں کا عشق ہے۔ اسی میں مبتلا رہتا ہے ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو۔ مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔''

(بدر 11 جولائی 1912ء صفحہ 3، کالم 3)

اب میں بھی یہی کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جو نالائقیاں تم مجھ پر تھوپنے کی کوشش کرو گے وہ تم دراصل مجھ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پر اعتراض کر رہے ہو گے پھر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم اُن سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اُس کے چھوڑنے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے۔''

(بدر 4 جولائی 1912ء صفحہ 7، کالم1)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مرجاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔''

(بدر 11 / جولائی 1912ء صفحہ 4، کالم3)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے پیار کے اتنے جلوے دیکھے اور اس کے نتیجے میں اتنا پیار پیدا ہوا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کرے کم ہے۔ خود یہ جو ایک انسٹی ٹیوشن (Institution) یا ایک سلسلہ ہے۔ جس کو ہم سلسلۂ عالیہ احمدیہ کہتے ہیں۔ ہمارے لئے اس سلسلہ کی روح نظامِ خلافت ہے اور اس لحاظ سے خدا کا پیار حاصل کرنے والا پہلا آدمی تو میں ہوں۔ گو ساری جماعت خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرتی ہے لیکن جب اکیلے میں میں اپنے متعلق سوچتا ہوں تو میری تو گردن اتنی جھک جاتی ہے کہ مزید جھکنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔''

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس اے خلافت محمدیہؐ کے جاں نثارو! جو شمع خلافت محمدیہ کے گرد آج اس میدان میں پروانوں کی طرح جمع ہوئے ہو، اس عظیم روحانی اجتماع میں شرکت کرنے والی اے سعید روحو! جو زمین کے کناروں سے اس مرکز خلافت میں جمع ہوئی ہو، تمہی تو وہ بستان احمد کے گل بوٹے ہو جن کی سربلندی اور شادابی کی خوشخبریاں مسیح

موعودؑ نے دنیا کو دیں۔ وہ تم ہو جن پر نسیم رحمت پھر سے چلی ہے اور وقت خزاں میں جن پر عجب طرح کی بہار آ گئی ہے۔ تم اسی خزاں رسیدہ چمن سے پھوٹنے والی نو بہار شاخیں ہو جن کے روکھ دنیا کی نظر میں جلانے کے قابل ہو چکے تھے۔ سو سنو اور خوب اچھی طرح اسے اپنی عقل و فراست کی گانٹھوں میں باندھ کر محفوظ کر لو کہ تمہاری یہ شادابی اور تمہاری یہ بہار نو، تمہاری کلیوں کا چٹکنا اور شگوفوں کا پھوٹنا اور گلہائے رنگا رنگ میں تبدیل ہوتے رہنا یہ سب سر تا پا خلافت محمدیہ کے دم قدم کی برکت سے ہے۔ یہ نعمت تمہیں ہجر کی تیرہ طویل دردناک اور صدیوں کی گریہ و زاری کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ اب اسے سر آنکھوں پر بٹھانا، اب اس نعمت کو سر آنکھوں پر بٹھانا، سینہ سے لگانا اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں اور اپنی ماؤں اور اپنے باپوں اور اپنے ہر دوسرے پیارے سے ہزار بار بڑھ کر عزیز رکھنا۔ تمہارے احیاء اور تمہاری بقاء کی تمام کنجیاں خلافت میں رکھ دی گئی ہیں۔ سب تدبیریں قیامت تک کے لئے خلافت سے وابستہ ہو چکی ہیں۔ امت مسلمہ کی تقدیر اس نظام سے وابستہ ہے اور تمہاری غیر متناہی عظیم شاہراہ اس در سے ہو کر گزرتی ہے جسے خلافت راشدہ محمدیہ کہا جاتا ہے۔ جان دے کر بھی اس نعمت کی حفاظت کرو اور ایک کے بعد دوسرے آنے والے خلیفہ راشد سے انصار کی زبان میں بمنت عرض کرو کہ اے خلیفۃ الرسول! ہم تمہارے آگے بھی لڑیں گے اور ہم تمہارے پیچھے بھی لڑیں گے، ہم تمہارے دائیں بھی لڑیں گے اور ہم تمہارے بائیں بھی لڑیں گے اور خدا کی قسم، خدا کی قسم اب قیامت تک کسی دشمن کی مجال نہ ہو گی کہ محمد عربی ﷺ کی خلافت کو بری نظر سے دیکھ سکے۔

(تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت (1973ء) صفحہ 234)

آپ فرماتے ہیں:

نظام خلافت کا قیام

احمدیت نے دنیا کو محض نظریاتی اور اعتقادی لحاظ سے ہی از سر نو وہ اسلام نہیں دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلام تھا بلکہ وہ نظام بھی عطا کیا جو اس آسمانی پانی کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور دنیا کے کونے کونے تک اس کی ترسیل کا انتظام کرتا ہے۔

یہی وہ نظام ہے جسے اسلامی اصطلاح میں ''نظام خلافت'' کہا جاتا ہے اور جس کے بغیر دینی اقدار کی کما حقہ حفاظت ناممکن ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سے آج تک کی اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ نظام خلافت کا ہاتھ سے جاتے رہنا ہے۔ یہ صرف اسلام کا المیہ ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت اسے چودہ سو سال میں تمام بنی نوع انسان کا سب سے بڑا المیہ کہنا چاہئے کیونکہ دنیا کی اکثریت کی اسلام سے محرومی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اسلامی نظام خلافت کی برکات سے محروم ہے۔ یہ نظام چونکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی منشاء اور ارادہ سے قائم ہوتا ہے اس لئے تاوقتیکہ آسمان پر خدا اس نظام کو از سر نو قائم کرنے کا فیصلہ نہ فرمائے صرف انسانی ہاتھوں کے ذریعے اس کا قیام ناممکن ہے۔ پس اس المیہ کے بعد جو گزر گیا خدا تعالیٰ کا عظیم ترین فضل بھی یہی ہے کہ اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر خلافت راشدہ اسلامیہ کو دوبارہ قائم فرمایا:

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ○

(الجمعہ:5)

آج اسلامی اقدار کی حفاظت اور ادیان باطلہ پر اسلام کے غلبہ نو کا انحصار اسی نظام کی کامیابی اور استحکام پر ہے۔ اس کی مثال ایک شجرہ طیبہ کی سی ہے جو ہر آن میٹھے پھل دنیا کو کھلاتا ہے اور کسی موسم میں بے فیض اور بے ثمر نہیں رہتا۔ یا پھر یہ ایک روحانی جنت کی طرح ہے جس کے گھنے سایوں تلے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی نہریں بہتی ہیں اور روحانی فیوض کے اثمار سے اس کی شاخیں لدی ہوئی ہیں۔

خلافت راشدہ کا نظام وہ جزا ہے جو توحید پرستوں کو اسی دنیا میں عطا ہوتی ہے اور آسمان پر ایک خدا کو ماننے والے زمین میں ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو کر وحدت ملی کی ایک دل کش تصویر پیش کرتے ہیں۔ خلافت راشدہ کا نظام اعلان عام ہے اس ازلی اور ابدی سچائی کا کہ خدائے واحد نے اپنے بندوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ خلافت راشدہ کے قیام کے بغیر حقیقی توحید کا قیام ممکن نہیں چنانچہ قرآن کریم میں توحید خالص کو قیام خلافت کے پھل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کو عطائے خلافت کا وعدہ دیتے ہوئے اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ

(النور : 65)

یعنی خلافت راشدہ کے استحکام کے ساتھ قیامِ توحید کے لئے وہ سازگار فضا پیدا ہو گئی ہے کہ تم خالصۃً میری عبادت کرنے لگو گے اور کسی دوسرے کو میرا شریک نہ ٹھہراؤ گے۔

خدا تعالیٰ نے قیام احمدیت کے ذریعہ یہ عظیم الشان نظام دنیا کو از سر نو عطا فرمایا جو دراصل آج اہل اسلام کے لئے نئی زندگی کا ایک پیغام ہے اور ان پر جو اسلام کی چار دیواری سے باہر ہیں اسلام کے دروازے ایک مادر مہربان کی آغوش کی طرح وا کر رہا ہے۔ (جاری ہے)۔۔۔☆☆

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت لجنہ اماء اللہ کا قیام اور اسکی ترقی

امتہ الباسط اہلیہ مسعود خان عامر

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

معزز قارئین! یہ الفاظ ہیں اس ملت کے فدائی کے جو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کا نظیر، عزم اور استقلال کا پیکر، جرأت و ہمت میں منفرد چڑھتے طوفانوں سے کھیلنے والا اور تند و تیز سیلِ رواں کو خاطر میں نہ لانے والا ثابت ہوا۔ جس کے سامنے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ کجکلاہوں کی جبینیں سرنگوں ہو جاتی تھیں۔ جس نے ہر میدان میں اپنے مدِ مقابل کو للکارا اور جو اپنے اکیاون سالہ دورِ خلافت میں علم و عمل کے میدان کا شہسوار تھا جس نے اپنی گوناگوں تحریکات اور تنظیموں کے قیام کے ذریعے جماعت احمدیہ کو اخلاص وفا اور قربانیوں کی انتہا تک پہنچا دیا جس نے دینِ حق کی خاطر اپنا تن من دھن لٹا دیا جس نے ہر قدم پر اپنے مصدقین کی پشت پناہی کی۔ ہمّ و غم میں ان کا سہارا بنا اور یہ نوید دی کہ کہیں لڑکھڑا نہ جانا تمہاری پشت پر میں موجود ہوں اور میری پشت پر خدائے قادر و توانا حیّ و قیوم ہے جو ہر وقت میری مدد کو دوڑا چلا آتا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ:

''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی انگلی اشارہ کر رہی ہے کہ وہ میری مدد کے لئے اپنی فوجوں کے ساتھ دوڑا ہوا آ رہا ہے''

چنانچہ قارئین کرام! حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت میں جبکہ پوری قوم نے چاہا کہ احمدیت کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے تو چشمِ بصیرت رکھنے والی آنکھ بیک نظر اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ آپؓ نے اس وقت جماعت کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا۔ افرادِ جماعت کی یکجہتی کا ثبوت غیر افواج کی بھرپور مدد کے ذریعے ملا اور یہ خدائی مدد تھی جو جماعت کے شاملِ حال ہوئی اور یہ محض خلافت کی برکت تھی۔

محمود اعظمؓ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ اور آپ کے کارہائے نمایاں ایک گلستان خوش رنگ کی مانند ہیں کہ جس میں کھلنے والے پھول اپنی ظاہری خوبصورتی اور خوشبو سے ہمیشہ ہمارے دلوں کو فرحت بخشنے والے اور معطر رکھتے ہیں۔ آپؓ کی زندگی کا ہر ایک پہلو عظمت و شان اور جلال و جمال کا مرقع ہے۔ آپ نے جماعت کی صحیح رنگ میں تربیت کی۔ اسکی مضبوطی اور اسکے کام کو آسان بنانے کیلئے ناصرات۔ لجنہ۔ اطفال۔ خدام اور انصار کی الگ الگ تنظیمیں قائم کیں۔ قرآن کریم کی تفسیر آپ کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس کے ذریعے رہتی دنیا تک نشانات ظاہر و باہر ہوتے رہیں گے۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ جب خلافت کے منصب کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کو منتخب کیا گیا تو چہ میگوئیاں جاری ہوئیں کہ بھلا یہ نوجوان امامت جیسے منصب کی ذمہ داریوں کو کیونکر نبھا سکے گا مگر دنیا نے دیکھا کہ خدائے ذوالجلال نے اس شخص سے وہ وہ کام لئے کہ دنیا حیرت میں ڈوب گئی اور وہ وقت قریب سے قریب تر ہوا جبکہ یہ کہے بغیر چارہ نہ رہا کہ ع

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

جس نے عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے عورتوں کے وجود کو ناگزیر سمجھتے ہوئے 25 دسمبر 1922ء میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا آغاز کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ کوئی خاتون کوئی بچی، کوئی بہن، کوئی بیٹی، دینی علوم، دینی تربیت، دینی درس و تدریس اور تحریر و تقریر میں کسی سے پیچھے نہ رہے وہ ایسے اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک ہوں کہ اقوام عالم کی تمام خواتین کی حقیقی معنوں میں رہنما کہلانے والی ہوں چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جس کی ساری عورتوں کا دینی معیار بلند ہو''

خواتین کی یہ انجمن ابتداء میں چودہ افراد پر مشتمل تھی کون جانتا تھا کہ یہ مختصر انجمن ترقی کرتے کرتے ایک دن بین الاقوامی حیثیت اختیار کرلے گی اور پھر اس تنظیم کے تحت احمدی خاتون تعلیمی، فکری اور عملی لحاظ سے دنیا کی تمام تر مسلمان خواتین کی صفِ اوّل میں نمایاں نظر آئے گی کون کہہ سکتا تھا کہ اس تنظیم کے تحت درس و تدریس کے ادارے ہوں گے۔ انڈسٹریل سکول ہوگا اور فضل عمر ہائی سکول ہوگا اور پھر اس عظیم الشان تنظیم کے اپنے کام کیلئے ان کا اپنا لجنہ ہال ہوگا اس تمام بحث کو سمیٹتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتی ہوں کہ

ہے لجنہ اماء اللہ جماعت کی وہ تنظیم
جس سے ہے خواتین کی تربیت و تعلیم
اس واسطے لجنہ ہے بڑی قابل تکریم
ہم سب کے لئے کیوں نہ ہو یہ واجبِ تعظیم
قرآں کے تراجم ہوں کہ تعمیرِ مساجد
لجنہ کے رہے پیشِ نظر دونوں مقاصد

لہٰذا معزز خواتین! آیئے سوچئے اور غور کیجئے کہ موجودہ زمانہ کس طرح پکار پکار کر ہم سے زیادہ سے زیادہ قربانیوں کا مطالبہ کررہا ہے یہ انتہائی نازک زمانہ ہے اس وقت ہمارا مقابلہ کفروالحاد سے ہے ہم نے زنگ آلود تثلیث کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو قائم کرنا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند کرنا ہے اور اسلام کے جھنڈے کو تمام اکناف عالم میں گاڑنا ہے اس حسین مقصد کے حصول کے لئے جب تک تمام افرادِ جماعت سردھڑ کی بازی نہ لگادیں گے تب تک اس عظیم الشان مقصد کو کماحقہٗ پالینا کارے دارد ہے۔

جس راہ کو ہم اپنائے ہوئے ہیں یہ راہ ایک واضح حقیقت ہے یہ سلسلہ الٰہی سلسلہ ہے۔ یہ چلے گا ضرور چلے گا اور انشاء اللہ چلتا رہے گا لیکن کیوں نہ ہم ہی وہ خوش قسمت ہوں جن کے ہاتھوں سے جن کی شب و روز کی جدوجہد سے وہ عظیم و متین مقصد حاصل ہوجائے جس کے لئے ہماری جماعت کا قیام وجود میں آیا۔ خداوند بزرگ و برتر کے فضل وکرم سے لجنہ نے بحیثیت تنظیم بہت ترقی کی ہے اور خدا کرے کہ آئندہ بھی اسکے قدم ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں مگر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہماری جماعت کی ہر احمدی عورت صحیح کردار ادا کررہی ہے کیا اس کے وجود اور عمل وقربانی سے اسے تقویت مل رہی ہے اگر نہیں تو اسکے لئے ہمیں کیا کرنا ہے اس ضمن میں اتنا ضرور کہوں گی

مردوں کی طرح باہر نکلو اور ناز وادا کو رہنے دو
سل رکھ لو اپنے سینوں پر اور آہ و بکا کو رہنے دو
اب تیرِ نظر کو پھینک کے تم اک خنجرِ آہن ہاتھ میں لو
یہ فولادی پنجوں کے ہیں دن اب دستِ حنا کو رہنے دو

سوائے احمدیت کی زندہ اور سرسبز شاخو! ہمارا فرض اس امر کا متقاضی ہے کہ جیسے حال ہی میں وقفِ نَو، تعمیر لجنہ ہال ودفاتر۔ بیرونی مشنز کے قیام، مساجد کی تعمیر نگر پارکر کی بحالی۔ اوجڑی کیمپ کی دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے لجنہ نے عظیم الشان قربانی دی۔ اسی طرح ہم بھی لجنہ کی مزید ترقی کے لئے ہر ممکن کوشاں رہیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ

تاریخ بتاتی ہے ہمیں نصف صدی سے
نیکی کے ہر اک کام میں لجنہ رہی آگے
اولاد کا ہو وقف کہ تحریک کے چندے
لجنہ کسی میدان میں ہرگز نہیں پیچھے
یہ فضل خدا کا ہے جسے چاہے عطا ہو
توفیق بھی ملتی ہے اگر فضلِ خدا ہو

''پس کیا وہ جو اپنے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے پیچھے اس کا ایک گواہ آنے والا ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت موجود ہے (وہ جھوٹا ہوسکتا ہے؟) یہی (اس موعود رسول کے مخاطبین بالآخر) اسے مان لیں گے۔ پس جو بھی احزاب میں سے اس کا انکار کرے گا تو آگ اس کا موعود ٹھکانہ ہوگی۔ پس اس بارہ میں تُو کسی شک میں نہ رہ۔ یہی تیرے ربّ کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''
(سورۃ ھود آیت18)

نفسِ انسانی کی حرمت اور فتنہ وفساد کی ممانعت - اور ہمارا فرض

پروفیسر اقبال احمد نجم ایم اے شاہد (ہومیو) مبلغ سلسلہ سپین، برازیل، گوئٹے مالا

قرآن وسنت میں انسانی جان کی جتنی تاکید کے ساتھ حرمت بیان کی گئی ہے، ہمارے زمانہ میں اس کی اتنی ہی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ معمولی معمولی بات پر کسی کو قتل کر دینا عام ہو گیا ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات محض عصبیت یا فرقہ وارانہ اختلاف کی بناء پر وہ لوگ بھی اس سنگین جرم میں ملوث ہو جاتے ہیں جو اپنی عام زندگی میں دین دار سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس جرم کا ارتکاب دینی خدمت سمجھ کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے:-

من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاها فکانما احیاالناس جمیعا و لقد جاتهم رسلنا بالبینات ثم ان کثیرا منهم بعد ذالک فی الارض لمسرفون ۔ (المائدہ :33)

ترجمہ:- اسی بناء پر ہم نے بنی اسرئیل پر یہ فرض کر دیا کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا اور یقیناً ان کے پاس ہمارے رسول کھلے کھلے نشانات لے کر آ چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ امت کے لئے بلکہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے ایک ابدی وصیت اور نصیحت تھی۔ اس میں اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا تھا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں اور دنیا میں اس نصیحت کو پھیلا دیں بلکہ دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں کہ اسلام دینِ محبت اور امن کا گہوارہ ہے۔ ارشاد فرمایا:-

"فان دماء کم و اموالکم" قال محمد و أحسبه قال " أعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا و ستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم فلا ترجعن بعدی کفار او ضلا لاً یضرب بعضکم رقاب بعض ألا لیبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من یبلغه یکون أوعی له من بعض من سمعه " ثم قال ألا هل بلغت" (صحیح البخاری باب حج الوادع)

ترجمہ:- یعنی تمہارے خون تمہارے مال اور (محمد بن سیرین کی روایت کے مطابق) تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے میں اس شہر (مکہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار ربّ سے جا کر ملو گے پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا لہٰذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خوب اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ وہ اصل سننے والوں سے زیادہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا ہے؟

تشریح:- اس حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ" میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" اس کا ایک مطلب تو یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ کافروں یا گمراہوں کا کام ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔ (فتح الباری ۔ کتاب الدیات جلد 12 صفحہ 194)

اسی طرح حضرت عیاض انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان لا اله الا الله کلمة علی الله کریمة علی الله لها عندالله مکان وهی کلمة من قالها صادقاً ادخله الله بها الجنة و من قالها کاذباً حقنت دمه وأحرزت ما له ولقی الله غداً فحاسبه" (مجع الزوائد کتاب الایمان باب فی ما یحرم دم المرء و ماله، حدیث 55)

ترجمہ: یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کا کلمہ اللہ تعالیٰ کو بہت عزیز ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے اور یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر کوئی سچے دل سے کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کلمے کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے دل سے کہے تو (دنیا میں) یہ کلمہ اس کے خون کو حرمت والا بنا دے گا۔ اور اس کے اعمال کو محفوظ کر دے گا۔ پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو وہ خود اس سے اس کا حساب لے لے گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أول ما يقضي بين الناس بالدماء

(صحیح البخاری کتاب الرقاق حدیث 6533)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جس بات کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا وہ خون ریزی کے معاملات ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلى الصبح فهو في ذمةالله فلا تخفروا الله في عهده فمن قتله طلبه الله حتىٰ يكبه في النار على وجهه. (رواه ابن ماجه كتاب الفتن رواه الطبراني في الكبير بسند صحيح)

ترجمہ: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری کی بے حرمتی مت کرو۔ چنانچہ جو کوئی اس کو قتل کرے گا اللہ اسے طلب کرے گا یہاں تک کہ اسے منہ کے بل آگ میں پھینک دے گا۔ قرآن کریم کی جس آیت کو شروع میں پیش کیا گیا ہے اس میں بنی اسرائیل کو دیئے جانے والے حکم کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ انسانی خون کو ارزاں نہ بناؤ۔ ایک انسان کی زندگی کو ختم کر دینا پوری انسانیت کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے انسان کی عزت، اموال اور جان و آبرو کا خیال رکھنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا تھا اور یہ حکم آگے پہنچاتے چلے جانے کی تاکید فرمائی تھی۔ یہانتک کہ صرف لا الہ الا اللہ کہہ دینا چاہے سچے طور پر ہو یا جھوٹے طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں داخل کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی جھوٹے طور پر پڑھتا ہے تو اس کا حساب لینا انسانوں کا کام نہیں ہے۔ بلکہ قیامت کے روز خدا خود اس سے اس کا حساب لے گا۔ اور اگر کوئی صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے اور جو کوئی ایسے شخص کو قتل کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں اوندھے منہ پھینک دے گا۔ اب ان احکامات کی موجودگی میں کسی کلمہ گو کو یہ کہنا کہ وہ جھوٹے طور پر پڑھ رہا ہے، اور پھر اسے قتل کر دینے کا کہاں جواز ہے اور مساجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دینا کتنا بڑا شیطانی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسلام میں مستقبل میں ہونے والے فتنوں اور فسادوں کا بھی ذکر فرمایا تھا۔

دراصل اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ساتویں سال میں یہ فتنے شروع ہوئے ان فتنوں کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یمن کا رہنے والا تھا شرارت کی طرف مائل ہو جانا اس کی جبلّت میں داخل تھا خفیہ منصوبہ بندی اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمی تاڑ لینے میں اس کو مہارت حاصل تھی اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرنا اس کی عادت تھی۔ حکومت سے ناخوش اور سزا یافتہ لوگوں کو دوست بناتا اور سادہ لوح لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دام فریب میں پھنسا لیتا تھا۔ اس نے عالم اسلام کے مشہور مراکز میں جا کر سلطنت اسلامیہ کے خلاف فساد اور بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج بویا جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت بن گیا۔

(ملخّص از طبری جلد 6 صفحہ 2922 مطبوعہ بیروت)

حق یہی ہے کہ یہ شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے۔

(اسلام میں اختلافات کا آغاز از حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ صفحہ 282 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

آج کے زمانہ میں بھی بہت سی نام نہاد اسلامی تنظیمیں مسلمانوں میں بنائی گئی ہیں جن میں خام مسلمان نوجوانوں کو اور کم تربیت یافتہ لوگوں کو جو نام کے مسلمان ہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ابتدائے اسلام میں سبائی سازشی گروہ نے ناپختہ کار خام مسلمان نوجوانوں کو یا سزا یافتہ اور دنیا دار لوگوں کو اپنی بنائی ہوئی ایک جنت حمقاء کے دھوکے میں رکھ کر کام لیا جاتا تھا اور اسلامی ریاستوں کو کمزور کیا جاتا تھا اور اپنے مقاصد کو حاصل کیا جاتا تھا۔ اب بھی تو وہی کچھ ہو رہا ہے۔ صرف نام بدل دیئے گئے ہیں۔ اور کارروائی سب قال اللہ وقال الرسول کی خلاف ورزی میں ہو رہی ہے۔ نقصان کس کا ہو رہا ہے؟ مسلم امّہ کا۔ اور کمزور کون ہو رہا ہے؟ مسلمان قوم اور مسلم ممالک اور نام نہاد اسلام کے نام پر بنائی جانے والی تنظیمیں ہی ہیں جن کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کاش وہ نوجوانوں کو یہ بھی بتائیں کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ اور اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر اپنے چیتھڑے اڑا کر اور اس

کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کرنا انسان کو ہرگز جنت میں نہیں لے جاتا بلکہ جہنم رسید کر دیتا ہے۔

مسلمان سیاستدانوں اور حکومتوں کے اہم افراد کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ عوام الناس کی بہبودی کے لئے بین الاقوامی اداروں سے بھاری رقوم قرض لی جاتی ہیں اور پھر انہیں اپنے ذاتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یا اسے عالمی بنکوں میں سنبھال لیا جاتا ہے اور پھر وہی جنہوں نے یہ رقوم فراہم کی ہوتی ہیں یا ان کے سرغنے غریب اسلامی ممالک کے غریب عوام میں رقوم تقسیم کر کے انہیں اپنے ہی حکمرانوں کے خلاف احتجاج پر اکساتے ہیں۔ نتیجتاً حکمران صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں گویا اس طرح سے جمہوریت کا ڈھنڈھورا پیٹا جاتا ہے اور ان حکمرانوں کی سنبھالی ہوئی رقوم پھر وہیں واپس چلی جاتی ہیں جہاں سے وہ آئی تھیں۔ یہ چکر دیر سے چل رہا ہے کاش کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں وہ ایک عذاب میں مبتلاء ہیں۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کو بھلا دیا ہے۔ اور وہ ایک عظیم الشان سچائی سے روگردانی کر رہے ہیں۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا **من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیه** (رواه ابو داود الطیالسی فی مسنده و ابو نعیم فی حلیته عن ابن عمر)۔ (کنز العمال جلد 3 صفحہ 200) نوٹ: یہ حدیث اہل تشیع کے ہاں بھی مسلم ہے۔ (ملاحظه هو کلینی صفحه 96) یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اسی طرح امام مہدی کے بارے میں ابوداؤد جلد 6 صفحہ 216 کتاب الملاحم مطبوعہ مطبع نولکشور کی حدیث میں ہے: **اذا رائیتموہ فاعرفوہ** ۔ یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اسے شناخت کرو اور ایک دوسری روایت میں ہے:

فاذا رائیتموه فبایعوه و لو حبواً علی الثلج فانه خلیفةالله المهدی۔

(ابن ماجه کتاب الفتن جلد 2 باب خروج المهدی حدیث نمبر 4084.)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل ہی اس کے پاس جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام مہدی و مسیح موعود ہو کر آ چکے ہیں اور تمام دنیا میں حقیقی اسلام کی منادی ہو رہی ہے مگر بہتیرے نشانات دیکھنے کے باوجود بے حسی کا عالم ہے کہ لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب میرا مہدی ظاہر ہو تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ چنانچہ بہت سے اہل علم بزرگوں نے آپ کو مانا اور آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے امام مہدی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی تھی اور فرمایا تھا

ان لمهدینا آیاتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت و الارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه ۔

(دارقطنی کتاب العیدین باب صفة الصلوة الخسوف)

ترجمہ: ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں اور یہ دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند کی گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

یاد رہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی تائید میں چاند اور سورج گرہن کا یہ عظیم الشان نشان جو صرف خدائے قدیر کے اختیار میں تھا 1894ء بمطابق 1311ھ کو بالترتیب 13 رمضان (21 مارچ) اور 28 رمضان (6 اپریل) کو ظاہر ہوا۔ پس اب مسلمانوں کو علماء سوء کے پیچھے ہرگز نہیں چلنا چاہئے اور ہر قسم کی آفات اور مصائب سے بچنے کے لئے صرف اور صرف امام وقت کا دامن پکڑنا چاہئے اور امام مہدی علیہ السلام کے خلیفہ جو اس وقت موجود ہیں ان کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو جانا چاہئے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی سچائی کو ماننے والے اب دنیا کے 202 ممالک میں موجود ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا ۔۔۔ یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

وما علینا الی البلاغ

☆......☆......☆

برکاتِ خلافت

رشید قیصرانی

یہ صبحِ نو کی علامت یہ روشنی کا علم　　کرن کرن میں جہاں اک پیام پنہاں ہے
کہ روشنی سے تمہارا لگاؤ ایسا ہو　　ورق ورق کا ہو ناطہ کتاب سے جیسے
ہو بوئے گل کا تعلق گلاب سے جیسے　　کدورتوں کے جہاں میں تمہارے ہاتھوں میں
محبتوں کا علم ہے، علم اٹھا کے چلو　　قدم ملا کے چلو جسم و جاں سجا کے چلو
کرن کرن میں جہاں اک نوید پنہاں ہے　　کہ سر اٹھائیں گی جب ظلمتیں زمانے میں
فلک سے برق بدامن سحاب اتریں گے　　دلوں پہ روشنیوں کے نصاب اتریں گے
خدا کرے کہ سبھی قافلے محبت کے　　یہیں سے لے کے چلیں منزلوں کے پروانے
خدا کرے کہ اسی اک چراغ کی لَو سے　　چراغ لاکھ نہیں، صد ہزار لاکھ جلیں
خدا کرے کہ یہیں سے ہوں فارغ التحصیل　　وہ طالبان، محبت شعار ہو جن کا
خدا کرے کہ اسی کا ہو سایہء رحمت　　خدا کرے کہ اسی کی رہے نگہبانی
وہی جو قادرِ مطلق ہے سب نشاں اس کے　　وہ اس کی قدرتِ اوّل یہ قدرتِ ثانی

زمین بولے گی

عبدالشکور۔ سینٹرل نیوجرسی

نہ جشنِ بادہ کی خواہش نہ تابِ عشوہ گری　　ہمیں تو بس ہے عطائے عتابِ ناقدری
ہے ریزہ ریزہ یقیں اور دُھواں دُھواں ہے گُماں　　یُوں چھا رہا ہے دلوں پر سحابِ بے بصری
میں کون ہوں، میں کہاں ہوں، مجھے نہیں معلوم　　کچھ ایسے رَوند رہا ہے عذابِ دَربدری
ہے دل فگار، جگر پارہ پارہ خستہ جان　　طلسم کوئی دکھا اے حبابِ بے ہُنری
ہے لمحہ لمحہ عبادت ورق ورق پہ مرے　　تجھے عزیز ہے لیکن نصابِ بے خبری
خوشا کہ چاروں طرف ہے ہجومِ چارہ گراں　　بتائے ان کو کوئی جو آدابِ چارہ گری
زمین بولے گی اور مہر و مہ بھی ہونگے گواہ　　جو پوچھا جائے گا تم سے حسابِ کم نظری

ایک حسین اور یادگار سفر

ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن ایم ڈی

السفرُ سقرًا عربی کا مقولہ ہے یعنی سفر ایک قسم کا عذاب ہے۔ لیکن اپنے محبوب امام اور مطاع کی زیارت اور ملاقات کی خاطر اختیار کئے ہوئے سفر میں انسان اُڑتا ہوا جاتا ہے اور کسی طول وطویل مسافت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ میری اور میرے بچوں کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی کہ پَر لگ گئے ہیں۔ کسی شاعر کا ایک مصرعہ یاد آیا ؏

لگا کر شوق کے پَر خُلد کو پرواز کرتا ہوں

ہم بھی شوق کے پروں میں اپنے خُلد کو پرواز کر رہے تھے۔ انسان زندگی میں بہت سفر کرتا ہے لیکن بعض سفر زندگی بھر یاد رہتے ہیں۔ میں بھی قارئینِ کرام کی دلچسپی کی خاطر اس یادگار سفر کی کسی قدر تفصیل بیان کرنے لگا ہوں۔

گزشتہ سال ماہ اپریل 2012ء کی جماعتہائے امریکہ کی سالانہ مجلس شوریٰ میں ہمیں علم ہوا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امریکہ تشریف لا رہے ہیں۔ اس خبر سے ایک پُر کیف مسرت کی دلوں میں لہر دوڑ گئی، جو بیان سے باہر ہے۔ اس خوشخبری کے ساتھ مزید یہ کہ حضرت صاحب افرادِ جماعت کو ملاقات کا شرف عطا فرمائیں گے۔ یوں محسوس ہوا کہ خوش بختی ہماری دہلیز پر دستک دینے لگی ہے۔ خیر ہم دعائیں کرتے ہوئے نیشنل امیر صاحب کی جانب سے باقاعدہ آفیشل اطلاع کی گھڑیاں گننے لگے۔ چنانچہ جلد ہی نیشنل امیر صاحب کے آفس سے خاکسار کو بطور صدر جماعت اطلاع آئی کہ اپنی جماعت کے حضور انور سے ملاقات کے خواہشمندوں کی فہرست تیار کر کے ہمارے دفتر میں ارسال کریں چنانچہ مَیں نے اپنا اور فیملی ممبران کے نام بھی فہرست میں شامل کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری فہرست کی منظوری آ گئی پھر تو خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ میری مع فیملی ملاقات کا ٹائم بروز ہفتہ شام پانچ بجے سے آٹھ بجے کا مقرر ہوا تھا۔ سو ہم نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ نماز جمعہ ہی اپنے پیارے امام کی اقتداء میں ادا کریں۔ علی الصبح بروز جمعہ 23 جون 2012ء البنی سے بالٹی مور کی فلائٹ پکڑی اور بارہ بج کر پنتالیس منٹ پر واشنگٹن بیت الرحمٰن پہنچ گئے۔ اس تمنا میں کہ مسجد کے اندر ہال میں جگہ مل جائے تاکہ اپنے آقا کو نہایت قریب سے دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں۔ سو الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ بروقت مسجد میں جا پہنچے۔ چونکہ ہم نے ایئر پورٹ پر جہاز سے اتر کر وضو کر لئے تاکہ اندر ہال میں بیٹھنے کی تمنا پوری ہو۔

پارکنگ کا انتظام مسجد کے بالمقابل دوسری طرف ایک وسیع وعریض گراؤنڈ میں کیا گیا تھا اور خدام الاحمدیہ بڑی مستعدی سے گاڑیاں ترتیب وار لائنوں میں کھڑی کروا رہے تھے۔ سیکیورٹی میں احتیاط کی خاطر نیشنل آفس سے یہ ہدایت بھی تھی کہ اپنے شناختی کارڈز ساتھ لے کر آئیں۔ بروقت اپنی تمنا کے مطابق مسجد بیت الرحمٰن پہنچ جانے کی خوشی کے غلبہ میں ایک بوکھلاہٹ یوں ہوئی کہ جس ہینڈ بیگ میں شناختی کارڈ تھے وہ گاڑی میں ہی چھوڑ کر آ گیا تھا۔ مسجد کے دروازے پر پہنچ کر ایک جمِ غفیر اندر جانے والا دیکھ کر یاد آیا کہ شناختی کارڈ تو گاڑی میں ہی بھول آیا ہوں۔ ایسے اندازہ لگایئے میری کیفیت کا ہجوم کو دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ اب گاڑی سے کارڈ لینے یا ایمرجنسی کارڈ بنوانے گیا تو اندر ہال میں بیٹھنے کی تمنا ادھوری رہ جائے گی۔ میری اس کیفیت کو بھانپ کر میرے بڑے بیٹے ابراہیم ولید الرحمٰن نے کہا ابا فکر نہ کریں گاڑی کی چابی مجھے دیں میں ابھی آپ کا بیگ اُٹھا کر لاتا ہوں کڑکتی دھوپ اور شدید گرمی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بچہ دوڑ کر گیا اور بیگ اٹھا لایا فجز اھم اللہ احسن الجزاء، دل کو اطمینان نصیب ہوا۔ گویا ہم فوراً مسجد کے ہال میں داخل ہو گئے۔ بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرتے کرتے اپنے محبوب امام کا انتظار کرنے لگے۔ ایک آدھ گھنٹہ انتظار کے بعد مسجد کے محراب والے دروازے سے وہ چاند چہرہ نمودار ہوا۔ تو دل ایسی مسرت سے لبریز ہو گئے کہ بیان سے باہر ہے۔

حضور کو منبر پر اپنے اتنا قریب دیکھنے کا میرے بچوں کے لئے پہلا موقع تھا۔ دونوں بچے پیارے امام کو روبرو دیکھ کر بہت محظوظ ہوتے رہے۔مَیں تو اپنے مولا کریم کی اس عظیم نعمت کا جو خلافت کی صورت میں ہمیں عطا ہے، شکر بجالا رہا تھا کہ میرے بیٹے ابراہیم نے میرے کان میں کہا، حضور کے چہرے پر ایک روشنی ہے جو پوری مسجد میں کسی اور نمازی کے چہرہ پر نہیں۔ بچے کی زبان سے یہ تاثر سن کر مجھے نہ صرف خوشی ہوئی بلکہ یہ احساس بھی ہوا کہ مولا کریم نے ہمیں خلافت جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اپنے پیارے امام کا پُر معارف خطبہ جمعہ سن کر اور نماز ادا کر کے ہم کھانے کے پنڈال میں چلے گئے اور پُر تکلف کھانے سے شکم سیر ہو کر اپنی رہائش گاہ میں جا پہنچے۔

اگلی صبح 23 جون 2012ء ہماری ملاقات کا دن تھا۔مَیں نے ہوائی جہاز ہی میں بچوں اور اہلیہ کو ملاقات کے بارے میں امیر صاحب کی طرف سے آمدہ ہدایات تفصیل سے بتا دی تھیں۔ ہم بروقت مسجد بیت الرحمٰن میں جا پہنچے۔ انتظامیہ نے اندر مسجد جاتے ہی ہمیں ایک فہرست کی طرف توجہ دلائی تا کہ ہم ملاقات کے لئے اپنا نمبر نوٹ کرلیں اور ایک چٹ دی۔ اندر ہال میں مردوں کی جانب میں خود اور دونوں بچے بیٹھ گئے اور اہلیہ صاحبہ مستورات کی جانب انتظار کرنے بیٹھ گئیں۔ ملاقات کے وقت ہمیں ایک ویٹنگ روم میں اکٹھا بٹھایا گیا۔ مختلف کمرہ سے گزرتے ہوئے بالآخر ملاقات سے ملحقہ ایک کمرے میں آ بیٹھے۔ چند منٹ بعد محترم منیر احمد جاوید صاحب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ہم نے اندر داخل ہوتے ہی نسبتاً بلند آواز سے السلام علیکم کہا۔ حضور نے ہمیں مصافحہ کی سعادت عطا فرمائی نیز بیٹھنے کو فرمایا۔

یہ چند لمحے حضور کی قربت میں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سارا جہاں سمٹ کر اس کمرے میں آ گیا ہے۔ یہ کیفیت محترم چوہدری محمد علی صاحب کے الفاظ میں یوں بیان ہوئی ہے ؎

اُن کو دیکھا تو یوں لگا جیسے ☆ عشق کا رِثواب سا کچھ ہے

اور

جس نے دیکھا نہ ہو رُخِ انور ☆ آئینہ آفتاب سا کچھ ہے

پیارے امام نے بڑی شفقت اور پیار سے بچوں کو ایک ایک قلم عطا فرمایا۔ بعد میں کمال دلداری اور محبت سے ہمیں اپنے ساتھ تصویر بنانے کی اجازت عطا کی، فجز اھم اللہ احسن الجزاء۔

بعد ملاقات میرے چھوٹے بیٹے دانیال سمیع الرحمٰن بعمر گیارہ سال نے یہ تبصرہ کیا۔ ابا! حضور کے پاس بیٹھنے میں ایک کشش اور تاثیر ہے۔ کیا ہی خوبصورت اور معصوم تبصرہ تھا۔

اگلی صبح عزیز ابراہیم ولید الرحمٰن کی تمنا تھی کہ پہلی صف میں حضور ایدہ اللہ کے عین پیچھے نمازِ فجر پڑھنی ہے، چنانچہ نہایت تیزی سے اپنے ہوٹل سے قدم اٹھاتے ہوئے مسجد میں پہلی صف ہی میں جا بیٹھے اور اپنا یہ شوق بھی بچوں نے پورا کرلیا۔

نمازِ فجر سے فارغ ہو کر ناشتہ کی میز پر محترم مولانا عبدالستار خان صاحب مشنری گوئٹے مالا اور سید وسیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ خاکسار کو سپینش زبان سے دلچسپی ہے اور کسی قدر اس زبان میں بات چیت بھی کرلیتا ہوں۔ مشنری صاحب موصوف سے سپینش زبان میں گفتگو سن کر عزیز ابراہیم نے بہت لطف حاصل کیا۔ مولانا عبدالستار خان صاحب کے میرے ابا جی سے پرانے اور برادرانہ تعلقات ہیں۔ اس لئے بھی موصوف ابراہیم بیٹے سے شفقت اور پیار سے گفتگو کرتے رہے اور ہمیں گوئٹے مالا کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی پُر خلوص دعوت دی۔ اس دعوت سے بھی بیٹا بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ وعدہ ایفاء کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس دن دوپہر کو ہماری واپسی کی فلائٹ تھی۔ دل اور نظریں برکتوں اور مسرتوں سے بھر کر ہم خیر و عافیت سے خوش و خرم شام تک اپنے گھر پہنچ گئے، الحمدللہ۔

خلافت دائمی ہوگی

ارشاد عرشی ملک

arshimalik50@hotmail.com

خلافت کی محبت میں دلوں کو یوں فنا رکھنا
کوئی مسلک اگر رکھنا تو تسلیم و رضا رکھنا

سمعنا اور اطعنا میں چھپی روحِ خلافت ہے
یہ نکتہ بھول مت جانا اسے دِل میں بسا رکھنا

بہت سے ابتلا آئیں گے ہمت ہار مت دینا
سدا با حوصلہ رہنا سدا خوئے وفا رکھنا

خدا کے فضل و احساں سے بہاریں ان گنت آئیں
بہاریں ان گنت آئیں گی دروازہ کھلا رکھنا

یہ لعل بے بہا ہے گوہر نایاب ہے پیارو
خلافت کی حفاظت اپنی جانوں سے سِوا رکھنا

اگر منصب خلافت کا کبھی قربانیاں مانگے
تو جان و مال، وقت اولاد، ہر شئے کو فدا رکھنا

یہ راہِ عشق ہے اہل یقیں کی رہگذر ہے یہ
نہ دل میں وسوسہ رکھنا نہ لب پر چوں چرا رکھنا

طبیعت میں تدبر ہو، تحمل، بردباری ہو
تم اپنے نفس کے جوشوں کو غصے کو دبا رکھنا

شہادت دو عمل سے جب بھی اقرارِ وفا باندھو
فقط لفظی شہادت پر نہ ہرگز اکتفا رکھنا

جو اقرار بیعت باندھا ہے یوں اس کو نبھانا ہے
جلا کر کشتیاں ساری خدا کا آسرا رکھنا

خدا کے در پہ رونا، گڑگڑانا عاجزی کرنا
کسی انسان کے آگے نہ دست التجا رکھنا

خدا مالک، خدا رازق وہی ہے کارساز اپنا
نہ اس کے ماسوا اپنا کوئی حاجت روا رکھنا

تم اپنی خواہش و مرضی دبا لینا، مٹا دینا
رضائے قادرِ مطلق میں ہی اپنی رضا رکھنا

جو مخلوقِ خدا سے معاملہ کرنا پڑے تم کو
بُھلا کر اپنے سب سُود و زیاں خوفِ خدا رکھنا

تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں کمزوریاں اپنی
سو استغفار سے دن رات ہونٹوں کو سجا رکھنا

یہ تیر بے خطا ہے نسخہ اکسیر ہے پیارو
خدا کے در پہ پھیلائے ہوئے دست دعا رکھنا

اگر تقویٰ پہ عرشی مرد و زن قائم رہے دائم
خلافت دائمی ہوگی سو خود کو پارسا رکھنا

خلافتِ حقہ کی ایک امتیازی خصوصیت ۔ عصمتِ صغریٰ

لطف الرحمٰن محمود

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کی بے شمار روحانی اور مادی تجلیات اور برکات کا ظہور ہر طرف نظر آتا ہے۔ نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ کلامِ الٰہی میں مختلف مقامات پر اس کی برکات وحسنات کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ الجمعہ کی تیسری آیت میں نبوت ورسالت کی درج ذیل بنیادی خصوصیات کا ذکر، یکجا کر دیا گیا ہے:

1۔ تلاوتِ آیات (یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ۔ معجزات، نشانات کا ظہور، تنزیلِ وحی و تقویتِ ایمان)

2۔ تزکیہءِ نفوس (یُزَکِّیۡہِمۡ تقویٰ کے ذریعے قُربِ الٰہی کی فراوانی اور خدانما انسانوں کی تربیت)

3۔ تعلیمِ کتاب

4۔ تعلیمِ حکمت (یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ۔ کتاب، عقل ودانش اور نورِ فراست کی تعلیم وتلقین)

ان برکات کا ذکر حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے حوالے سے کیا گیا ہے مگر ان مقاصدِ رسالت کی بنیاد تعمیرِ کعبہ کے تاریخ ساز لمحات میں دُعائے ابراہیمی میں موجود ہے (سورۃ البقرۃ آیت 130)

ان عظیم الشان مقاصد کے علاوہ برکاتِ نبوت کے بعض اور پہلو بھی ہیں۔ مثلاً انذار وتبشیر۔ زکوٰۃ کے اموال اہلِ نصاب سے وصول کر کے، غرباء ومساکین اور دیگر مستحقین پر خرچ کرنا بھی فرائض نبوت میں شامل ہے۔ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً اور یہ مقصد ومدّعا بھی تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ (سورۃ التوبہ آیت 103)

تزکیہء اموال ونفوس سے جڑا ہوا ہے۔ خلیفہء راشد چونکہ نبی ورسول کا جانشین اور وارث ہوتا ہے یہ برکات وانوار اس کے ذریعے سے منعکس ہوتے رہتے ہیں۔

ان خصوصیات کے علاوہ منصبِ خلافت سے وابستہ برکات بھی خلیفہء راشد کی ذات میں موجود ہوتی ہیں۔ سورۃ النور کی آیت استخلاف میں درجِ ذیل برکات کا ذکر ملتا ہے۔

1۔ تمکینِ دین 2۔ حالتِ خوف کا امن سے مُبدّل ہونا 3۔ اہلِ ایمان کا شرک کے میلانات سے بچاؤ اور توحید کا استحکام ودوام۔ تمکین دین کے کئی پہلو ہیں۔ نبی سے کئے گئے بعض الٰہی وعدے اُس کے خلفاء کے زمانے میں پورے ہوتے ہیں اور ازدیادِ ایمان کا باعث بنتے ہیں۔ ارضِ مقدسہ میں داخل کرنے کا وعدہ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ، یوشع بن نون کے زمانے میں پورا ہوا۔ قیصر وکسریٰ کے ممالکِ محروسہ کی تسخیر کی پیش گوئی حضرت نبی کریم ﷺ کے خلفائے راشدین کے عہد میں پوری ہوئی۔ ذرا غور فرمایئے خلیفہء راشد کی ذات میں ان برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں کا اجتماع اُسے کتنا نافع اور مبارک وجود بنا دیتا ہے۔ ان مناقب وفضائل کے علاوہ ایک اور خصوصی برکت بھی خلیفہء راشد کے شامل حال ہوتی ہے جسے ''عصمتِ صغریٰ'' کہا جاتا ہے۔

عصمتِ صغریٰ کی اضافی برکت

عصمتِ کُبریٰ اور عصمتِ صُغریٰ کی اصطلاحات صوفیاء کے ہاں استعمال ہوتی ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی اور رسول معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت اُن کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ اس کیفیت کو ''عصمتِ کُبریٰ'' کہا جاتا ہے۔ اس سے کسی قدر کم درجہ کی حفاظت خلفاء کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے غلط فیصلوں سے محفوظ رکھتا ہے جس کے نتیجے میں پوری قوم تباہ وبرباد ہو جائے اور دینِ حق کے مفادات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ''عصمتِ صُغریٰ'' کی اصطلاح

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ تو ہوسکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفہء وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اُسے غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمتِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کیلئے تباہی کا موجب ہو۔ اُن کے فیصلوں میں جُزئی اور معمولی غلطیاں ہوسکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور اُس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو اُن کی ہوگی بے شک بولنے والے وہ ہوں گے۔ زبانیں انہی کی حرکت کریں گی۔ ہاتھ انہی کے چلیں گے۔ دماغ انہی کا کام کرے گا۔ مگر اُن سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہوگا۔ اُن سے جزئیات میں معمولی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ بعض دفعہ اُن کے مشیر بھی ان کو غلط مشورہ دے سکتے ہیں۔ لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہی کو حاصل ہوگی۔ اور جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی تو وہ صحیح ہوگی اور ایسی مضبوط ہوگی کہ کوئی طاقت اُسے توڑ نہیں سکے گی۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم۔ صفحہ 377,376 ایڈیشن 1984ء)

عصمتِ صغریٰ کی برکت سے بسا اوقات، اللہ تعالیٰ خلیفہء راشد کو اپنے کشف و الہام کے ذریعے خطرات سے آگاہ کر کے حفاظتی اقدامات کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں، اسلامی فوج فارس اور سیستان میں برسرِ پیکار تھی۔ تیسری مہم میں نامور جرنیل، حضرت ساریہ اسلامی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ اس معرکے کے دوران اُن کی فوج ایک پہاڑی علاقے میں دشمن کے خطرناک گھیرے میں آ گئی۔ حضرت عمرؓ مسجد نبوی مدینہ، میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کشفی طور پر آپ کو فوج کا یہ منظر دکھا دیا۔ اور اُس وقت، خطبہ جمعہ کے دوران حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ کہے۔

''یا ساریہ الی الجبل، یا ساریہ الی الجبل' یعنی اے ساریہ فوج کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں پناہ لو۔

یہ الفاظ کہہ کر حضرت عمرؓ حسبِ معمول خطبہ کے موضوع کی طرف متوجہ ہوگئے۔ جنابِ ساریہ اور لشکرِ اسلامی نے حضرت عمرؓ کے الفاظ سنے اور ساریہ فوج کو لے کر محفوظ مقام پر بروقت پہنچ گئے۔ اُس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ایک فوجی نے مدینہ منورہ واپس آ کر یہ حلفیہ بیان دیا کہ فوج نے اس جمعہ کے دن حضرت عمرؓ کی آواز سُنی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ درج ذیل کتاب:

Hadrat Umar Farooq مصنفہ پروفیسر مسعود الحسن۔ ناشر کتاب بھون دہلی۔ صفحہ 425,424 ایڈیشن 1997ء۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے آخری چند برسوں میں، مسلمان کہلانے والوں میں سے بعض لوگ خلافت کے عظیم منصب کی صحیح رنگ میں قدر و منزلت نہ کر سکے اور شر پسندوں کو اُن خلفاء کو شہید کرنے کا موقع مل گیا۔ جب خلافتِ حقہ کے وجود کا احترام ہی زائل ہوگیا تو اُس سے وابستہ عصمتِ صغریٰ کے وجود کا جواز برقرار رہ نہ سکا۔ خلافتِ راشدہ کے ختم ہو جانے کے بعد خلافت کے نام پر ملوکیت قائم ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ملوکیت کی مزید خطرناک صورتیں سامنے آئیں۔ جابر اور ظالم بادشاہوں نے رعایا کا خون بہایا اور ان کے اموال کو لوٹا۔ اور اسلام کو نظریاتی لحاظ سے بھی نقصان پہنچایا۔ اسی دور میں جھوٹی حدیثیں گھڑی گئیں۔ اور فقہی اختلافات کو بھی ہوا دی گئی۔ مسلمان حکمران مسلمان حکمرانوں سے لڑے بلکہ ان لڑائیوں میں عیسائی حکومتوں سے بھی تعاون کے لئے ساز باز کی گئی۔ (یہ دردناک تفاصیل کسی اور موقع پر بیان کی جائیں گی) ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خلافت کے حوالے سے مخالفینِ احمدیت کے نظریات کا تجزیہ

پچاس سے زاید مسلم ممالک کے حکمران اور مقتدر لوگ' علماء' سیاسی لیڈر' صحافی اور دانش ور مسلم اُمّہ کے استحکام' بقائے دوام اور عہدِ رفتہ کی شان و شوکت کی بحالی کیلئے ''خلافت'' کا احیاء چاہتے ہیں۔ ان ممالک میں اس نیک مقصد کیلئے تحریکیں چل رہی ہیں۔ ''یورپین کامن مارکیٹ'' کی طرز پر اسلامی ممالک کے لئے بھی اسی نوعیت کے اقتصادی اور تجارتی ادارے کے قیام کیلئے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ مسلم

ممالک کے اتحاد و اتفاق اور باہمی اختلافات کے حل کیلئے بھی فورم تلاش کئے جارہے ہیں۔ اگر چہ او۔آئی۔سی موجود ہے مگر خامیاں اور کمزوریاں پھر بھی موجود ہیں۔ تھک ہار کر یہی کہا جاتا ہے کہ سب دکھوں اور دردوں کا مداوا خلافت کی بحالی ہی ہے۔ بلکہ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس وغیرہ میں جہاں مسلمانوں کی بڑی اقلیتیں موجود ہیں، احیائے خلافت کی بڑے زور وشور سے آواز اُٹھائی جارہی ہے۔ لیکن ہمارے یہ بھائی حضرت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ خلافت کے احیاء یا قیام کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے '' خلافت علیٰ منہاج النبوۃ''۔ خلافت کا قیام نبوت سے وابستہ ہے اور انہیں نبوت کے لفظ اور نام سے ہی الرجی ہے۔ خدانخواستہ گویا نبوت کوئی بہت بڑی مصیبت ہے جس سے بچنا اور کوسوں دُور بھاگنا دُنیوی فلاح اور اُخروی نجات کیلئے اشد ضروری ہے۔ جس روحانی برکت سے خلافت نے معرضِ وجود میں آنا ہے اُس سے تو بدکتے ہیں مگر صبح وشام، قیامِ خلافت کا وِرد کرتے نہیں تھکتے۔ گزشتہ ایک صدی سے زاید عرصہ میں، مسلمان ہر حیلہ اور طریقہ آزما چکے ہیں۔ لیکن خلافت قائم نہیں ہو پائی (اس حوالے سے عاجز کا ایک مضمون النور گزٹ میں شائع ہو چکا ہے)۔ بلکہ عثمانی بادشاہوں کی حکمرانی کی صورت میں ترکوں کی جو خلافت 400 سال سے قائم تھی، اُسے بھی خود ترکوں نے کمال اتاترک کی قیادت میں، 1924ء میں ختم کر دیا۔ اس ناقدری پر اقبالؔ نے بھی ماتم کیا ہے ع

'' چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا''

میں چند لمحوں کے لئے مان لیتا ہوں کہ کسی وقت مستقبل میں، عالمِ اسلام کی عظیم شخصیات کے غور وفکر اور عملی جدّ وجہد کے نتیجے میں خلافت مصنوعی طریقوں اور حیلوں سے معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ چشمِ ماروشن دلِ ماشاد! لیکن اس متوقع خلافت کے استحکام ودوام کی راہ میں حائل ہونے والی ممکنہ مشکلات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

کیا دنیا میں پائے جانے والے ڈیڑھ دو بلین مسلمانوں کا کسی ایک '' خلیفۃ المسلمین'' پر اتفاق ہو جائے گا؟ کیا شیعہ خلیفہ، اہلِ سنت کو قبول ہوگا یا سُنّی خلیفہ شیعہ حضرات کو منظور ہوگا؟ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیجئے۔ ابھی کوئٹہ اور کراچی کی گلیوں اور سڑکوں پر بہایا گیا اہلِ تشیع کا خون خشک نہیں ہوا۔ کیا پاکستان کے شیعہ اور سُنّی کسی ایک ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لیں گے؟ پھر یہ بھی دیکھئے کہ اہلِ سُنّت والجماعت کے اندر بھی کئی فرقے اور دھڑے موجود ہیں۔ دیو بندی، بریلوی۔ اور بھی کئی شاخیں ہیں۔ اہلِ قرآن، اہلِ حدیث وغیرہ۔ پاکستان میں اولیاء اللہ کے مزاروں کو بموں کے دھماکوں سے اُڑانے والے توحید کے علمبردار بھی پائے جاتے ہیں اور ان مزاروں میں مدفون بزرگوں سے مرادیں مانگنے والے پیر پرست عقیدت مندوں کی کمی بھی نہیں!

پاکستان کی بات چھڑی ہے تو مجھے مملکتِ خداداد کے بانی حضرت قائداعظم محمد علی جناح یاد آگئے ہیں۔ وہ پاکستان کو ایک ایسا فلاحی، سیکولر، اور جمہوری ملک بنانا چاہتے تھے جس میں مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی اور اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ برابر کے شہریوں کی طرح، ساتھ ساتھ امن اور آشتی سے رہ سکیں گے۔ مگر اُن کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ!

جن مُلّاؤں نے پاکستان کی مخالفت کی اور اسے ''پلیدستان''، ''ناپاکستان'' اور '' پاکی استھان'' (زیر ناف بال صاف کر کے پھینکنے کی جگہ۔ ناقل) کہا، وہ اور ان کی اولاد، اسے آج تھیا کریسی بنانے پر تلی ہوئی ہے بلکہ عملاً بنا چکی ہے۔ ضمناً عرض ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت پیر الٰہی بخش سومرو نے قائداعظم کے لئے ''امیر المومنین'' کا لقب تجویز کیا مگر جناب قائداعظم نے اسے قبول نہ کیا اور پاکستان کا ''گورنر جنرل'' ہی کہلوانا پسند کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آنے والے سربراہانِ مملکت وحکومت اس لقب کو اپنانے کے لئے بےچین نظر آئے۔ جنرل ضیاء الحق ''امیر المومنین'' لقب کے اس حد تک دلدادہ تھے کہ وہ اپنے علاوہ، چاروں صوبوں کے گورنروں کیلئے گورنر کی بجائے ''امیر'' کی اصطلاح پسند کرتے تھے۔ لیکن ''خلافت'' اور ''امارت'' کی اِن وقیع اصطلاحات کے استعمال سے قبل ہی ایک پراسرار فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ان کے سیاسی اور رُوحانی فرزند میاں نواز شریف بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل نکلے۔ انہوں نے اپنے حق میں ''امیر المومنین'' کے نعرے لگوانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنی سیاسی پارٹی میں ''علماء اور مشائخ ونگ'' قائم کیا۔ لیکن وہ بھی 1999ء میں ایوانِ اقتدار سے رخصت ہو گئے۔ اُنہیں یہ لقب کسی دینی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اپنے مطلق العنان مزاج کی تسکین کے لئے پسند ہے۔

پاکستان کے علاوہ بعض اور ممالک کے لیڈروں کے دلوں میں بھی یہ خواہش بیدار

رہی ہے۔سعودی عرب کے شاہ فیصل بھی ''خلیفۃ المسلمین'' کہلانے کے آرزومند تھے۔عیدی امین اور اپنے بھٹو صاحب نے ان کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ سوڈان کے صدر جعفر نمیری کے دل میں بھی یہ تمنا بیدار ہوئی مگر انہوں نے ''امامِ سوڈان'' کے لقب سے اس کی ابتدا کرنا چاہی۔افغانستان کے مُلّا عمر کو پاکستانی پریس نے ''امیر المومنین'' کہنا شروع کیا۔ جماعت اسلامی کی پروپیگنڈا مشین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ خواب میں سیاسی اور انتظامی امور میں ''امیر المومنین۔مُلّا عمر'' کی راہ نمائی فرماتے ہیں!

میں اس ذیلی عنوان کی تحت گفتگو کو ''خلیفۃ اللہ المہدی'' یعنی امام مہدی کے حوالے سے سمیٹنا چاہتا ہوں۔ ہمارے نزدیک امام مہدی کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ذاتِ اقدس میں ظہور ہو چکا ہے۔لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرنے والے اہلِ سُنّت اور اہل تشیع ابھی تک ''امام مہدی'' کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت شیعہ اور سُنّی حضرات کو پرانے اختلاف کا سامنا کرنا پڑے گا۔اہلِ سُنّت والجماعۃ کے نزدیک امام مہدی عام انسانوں کی طرح دنیا میں پیدا ہوں گے اور اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کے اذن سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔اہلِ تشیع کے عقیدہ کے مطابق ان کے بارہویں امام، محمد مہدی تقریباً ہزار سال قبل پیدا ہوئے مگر بچپن میں غائب ہو گئے اور اُس وقت سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں ''امام غائب'' اور ''امام المنتظر'' کہا جاتا ہے۔ان کی عمر شریف ایک ہزار سال کے لگ بھگ ہوگی۔کہا جاتا ہے کہ وہ جزیرۃ البیضاء یا کسی اور ایسے ہی پُر اسرار مقام پر مقیم ہیں۔کسی بھی وقت ظہور فرما سکتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ظہور کے بعد سرزمینِ عراق میں کوفہ شہران کا دارالخلافہ ہوگا جہاں سے وہ عالم اسلام کا نظم و نسق چلائیں گے۔شاید ایک نئی اقوام متحدہ بھی بنائیں گے۔

ایک بات پر اہلِ سُنّت اور اہلِ تشیع دونوں کا اتفاق ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت، حضرت عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور امام مہدی کا ساتھ دیں گے اور دونوں مل کر غلبہء اسلام کے لئے کام کریں گے اور کُفّار سے زمین کو پاک کردیں گے۔اگر اہلِ سُنّت اور اہلِ تشیع کے اپنے اپنے دو مہدی بیک وقت آ گئے تو پھر سیناریو ذرا مختلف ہوسکتا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتِ حال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس مہدی کا ساتھ دیں گے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ یہ امت کے دو پرانے مخالف گروہوں کے لئے امتحان کا وقت ہوگا۔

بعض احادیث میں مہدی اور عیسیٰ بن مریم کا مکہ معظّمہ جانا بھی درج ہے۔ایک مدعی مہدویت 1979ء میں مکہ حاضر ہوا۔وہ حج کا موسم تھا۔اُس کا نام محمد بن عبداللہ تھا۔اس نے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر، حجّاج کرام سے بیعت کا مطالبہ کیا بلکہ اُن پر فائرنگ بھی کی۔ وہاں جنگ کی سی حالت پیدا ہوگئی۔سعودی حکام نے فوجی کارروائی کی۔اور مدعی مہدویت کو قتل کر ڈالا۔اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور بعد میں انہیں بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ مہدی کے بارے میں احادیث میں بہت سا اختلاف موجود ہے۔ جس کی تطبیق و تاویل بڑی مشکل ہے۔مکّہ میں ظاہر ہونے والے جس مہدی نے احادیث کی بہت سی علامات پوری کردیں، اُس کی جان بھی نہ بچائی جا سکی۔اور نہ ہی اس کی حکومت اور خلافت قائم ہوسکی!!

مغرب خلافت کے نام سے کیوں لرزہ براندام ہے؟

''نائن الیون'' کی دہشت گردی کے واقعات کے بعد، امریکہ میں القاعدہ اور اُس کی حلیف تنظیموں کا مطالعہ کرنے کے لئے ادارے اور تھنک ٹینک معرضِ وجود میں آ گئے ہیں، جہاں ان پر ریسرچ کا کام شب و روز جاری ہے۔صورتِ حال یہ ہے کہ 5 ستمبر 2006ء کو امریکی صدر، بُش نے اپنی چالیس منٹ کی تقریر میں، القاعدہ کے زعیم و سربراہ، اُسامہ بن لادن کا 18 مرتبہ نام لیا۔اس تقریر میں انہوں نے ''خلافت'' کا نام بھی لیا اور اس کے لئے Islamic Totalitarian Empire کے الفاظ بھی استعمال کئے۔ حالانکہ ''خلافتِ راشدہ'' جس سے ''خلافت'' کی اصطلاح اسلامی لٹریچر اور تاریخ میں وارد ہوئی ہے، امن کی علمبردار، رواداری کی ضمانت، اور اعلیٰ انسانی قدروں اور حقوقِ بشر کی محافظ ہے۔افسوس ہے کہ اسی نافع الناس اصطلاح کو مغرب میں دہشت گردی، فساد فی الارض، قتل و غارت اور امنِ عالم کو تباہ کرنے والے ادارے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

لیکن اس حوالے سے مغرب نے جو نتائج اخذ کئے ہیں، ان کا مواد اور مصالحہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے دہشت گردوں کے علاوہ بعض شدّت پسند مفکروں، مصنّفوں، مفسّروں اور خطیبوں نے پیش کیا ہے۔ سعودی کروڑ پتی اُسامہ بن لادن، مصری ڈاکٹر ثم دہشت گرد ایمن الظواہری، پاکستانی کویتی خالد شیخ محمد۔ نائجیرین انڈر ویئر بمبار عمر فاروق عبدالمطلب، برطانیہ کی فنس بری

مسجد میں دہشت گردی کی ٹریننگ لینے والا رچرڈ ریڈ (جو ''شو بمبار'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے)۔ نے اپنے قول وفعل سے اسلام کی کیا تصویر پیش کی ہے؟ افغانستان کے سابق صدر پروفیسر ربانی کو پگڑی میں بم چُھپا کر قتل کرنے والے طالبان دہشت گردنے قرآن کی کیا خدمت سرانجام دی ہے؟ چند سال قبل ایک دہشت گرد خاتون نے اپنی برا میں گرنیڈ چھپا کر طیارے کو ہائی جیک کرنے کی سازش تیار کی تھی۔ ایک اور جہاد کی متوالی ''خادمہ ءدین'' نے دودھ پیتے بچے کی فیڈر بوتل میں آتش گیر مادہ ڈال کر بم بنانے کا منصوبہ بنایا تھا تا بحر اوقیانوس پر مسافر طیارہ تباہ کیا جا سکے۔

اُسامہ بن لادن کو مرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ القاعدہ کی فلاسفی کی تبلیغ و اشاعت کیلئے انہوں نے تشہیر کا ہر طریق استعمال کیا۔ ایسے بیانات، ویڈیوز اور دیگر رپورٹیں امریکی حکام تک پہنچتی رہی ہیں۔ اور وہ اس قسم کے مواد سے نتائج اخذ کرتے رہے ہیں۔ اُسامہ بن لادن نے مسلم ممالک کے اتحاد سے خلافت قائم کرنے کی بات بھی کی تھی جس کا مرکز عراق کو بنانے کا عندیہ دیا تھا۔ نیز یہ بھی کہا تھا کہ یہ خلافتِ اسلامیہ انجام کار امریکہ اور اس کے حلیفوں کو نیست و نابود کر دے گی۔ صدر بُش نے اسامہ بن لادن کے اس عزم و امید کا ذکر کیا۔ نیز اپنی تقریر میں اُسامہ بن لادن کا نائن الیون کے حوالے سے یہ بیان بھی دُہرایا:

''القاعدہ نے نائن الیون کے منصوبے پر 5 لاکھ ڈالر خرچ کئے جس کے نتیجے میں امریکہ کو 500 بلین ڈالر کا نقصان پہنچا۔ جس کا مطلب ہے کہ القاعدہ کے ہر ایک ڈالر نے امریکہ کے ایک ملین ڈالر کو شکست سے دوچار کیا''

صدر بُش نے یہ بھی کہا کہ نیویارک کے جڑواں ٹاورز کی دہشت گردی میں مرنے والے 3,000 افراد کے قتل عام کو اسامہ بن لادن نے ''تاریخِ انسانی میں بہادری اور جرأت کا بے مثال اظہار'' قرار دیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ قتل و غارت اور خون خرابے کی پالیسی القاعدہ کے مذہبی عقاید و نظریات کا حصہ ہے۔ صدر بُش کے علاوہ اور کئی لیڈر بھی اسی قسم کے بیانات دیتے رہے ہیں۔ سینیٹر جان کیری، جو 2004ء کے صدارتی انتخاب کے ایک امیدوار تھے اور اب وزیرِ خارجہ کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں، نے عالم اسلام کی طرف سے پیش آمدہ خطرات کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا:

''افغانستان دوبارہ انارکی کی نذر ہورہا ہے۔ پاکستان کو انتہاء پسند مُلّائیت (تھیا کریسی) بننے کیلئے فقط ایک کُو (Coup) درکار ہے۔ ایران جوہری صلاحیت حاصل کرنے کیلئے سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔ عراق کی تو بات ہی نہ کیجئے۔ یہ ملک دہشت گردی کی مُہم کے لئے بھرتی کا ایک اشتہار بن چکا ہے۔''

(بحوالہ رائٹرز، اسرائیل نیوز 6 ستمبر 2006ء)

ہالینڈ، ڈنمارک اور بعض دیگر یورپی ممالک میں اسلام کے خلاف نفرت انگیز مہم کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ ڈینش اخبارات میں حضرت نبی کریم ﷺ کے خلاف دل آزار خاکوں کو عالمِ اسلام ابھی تک نہیں بُھولا۔

مغرب میں رہنے والے نقاد، مفکّر، سیاست دان اور دانشور، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں یہ نتائج اخذ کرنے میں سو فیصد صحیح نہیں۔ مگر اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں نے اپنے اعمال اور اقوال سے انہیں یہ مواد فراہم کیا ہے۔ ''نائن الیون'' میں مُلوّث اُنیس دہشت گردوں میں سے 15 کا تعلق سعودی عرب سے تھا۔ ''جہاد'' کی غلط تعبیر و تشریح مسلمان مفسروں کا اپنا کارنامہ ہے۔ امام مہدی کے ظہور اور مسیح ابن مریم کے نزول سے وابستہ جہاد و قتال کی پرتشدّد کہانیاں علماء نے خود گھڑ کر دینِ متین کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ ان جھوٹے افسانوں میں یہ خوشخبری بھی شامل ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کافر حکمرانوں کو قتل کر کے ان کے خزانوں پر قبضہ کر لیں گے اور انہیں تقسیم کر کے مسلمانوں کو مالا مال کر دیں گے حتّٰی کہ یہ حضرات مزید مال لینے سے انکار کر دیں گے۔ میں جن ''مسلمانوں'' کو جانتا ہوں وہ پونڈ، ڈالر، یورو، ین، ریال، کسی بھی کرنسی سے مُنہ نہیں موڑیں گے۔ ''مُسدّسِ بدحالی'' کے مصنف جناب ضمیر جعفری صاحب نے ہمارے اجتماعی اقتصادی ضمیر کی خوب خاکہ کشی کی ہے ع

''امریکہ ناپسند ہے ڈالر پسند ہیں''

میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس صورتِ حال کی ذمہ داری اہلِ مغرب اور اہلِ اسلام دونوں پر عاید ہوتی ہے۔ یعنی اُن مسلمانوں پر جنھوں نے اپنی نادانی سے ایسی مفسدانہ کارروائیوں سے اسلام کو بدنام کر دیا ہے اور مغرب کے دانشور، نقاد، صحافی، سیاسی راہ نما، مذہبی لیڈر جنہوں نے ان تاثرات و مشاہدات کو بنیاد بنا کر دہشت گردی کا لیبل سب مسلمانوں پر چسپاں کر دیا اور اس کی ساری ذمہ داری

صلح اور آشتی کے دین، اسلام پر تھوپ دی۔ اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو دہشت گردی میں ملوث ہونے والے ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ گاندھی جی کا قاتل نتھورام گوڈسے ایک ہندو تھا۔ اسرائیل کے وزیر اعظم کا قاتل ایک یہودی تھا۔ اوکلوہوما میں دہشت گردی کا مرتکب ٹموتھی میکوے کا تعلق عیسائیت سے تھا۔ Waco میں مسیحی انتہاء پسند، ڈیوڈ کریش، کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے امریکی حکام کو فوجی کارروائی کرنی پڑی تھی۔ اس کے کمپاؤنڈ کے جلے ہوئے کھنڈرات کو دیکھنے کا مجھے بھی موقع ملا۔ سچ یہی ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی دین نہیں ہوتا۔ ان سب کا ایک ہی مذہب ہے یعنی Terrorism۔

بعض مغربی لیڈروں کے غلط تاثرات اور تباہ کُن فیصلے

خلیفہ راشد کے شاملِ حال عصمتِ صغریٰ کی افادیت و اہمیت کا گہرا ادراک و احساس اُس وقت ہوتا ہے جب ہم یورپ کی بعض مشہور شخصیات کے عروج و زوال کے کوائف و حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میں نے اس مقصد کیلئے دو شخصیات کا انتخاب کیا ہے۔ انیسویں صدی کا نپولین اور بیسویں صدی کا ہٹلر۔ یہ دونوں اپنے وقت کے بڑے لیڈر تھے۔ ان کی قوم کے لاکھوں لوگ ان کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ لاکھوں کو اُنہوں نے مفتوح اور مغلوب کیا۔ اگر اپنی فتوحات اور عروج کے اچھے دنوں میں دنیا سے رخصت ہوتے تو آج ان کی قومیں اُن کے مجسموں کی پوجا کر رہی ہوتیں مگر غلط فیصلوں نے جو عصمتِ صغریٰ کی برکت سے محروم تھے، انہیں روبہ زوال کر دیا اور ان کے علاوہ ان کی قوموں اور ملکوں کو بھی نقصانات سے دوچار کر دیا۔

نپولین کی مثال لیجئے۔ اپنے وقت کا بہترین جرنیل تھا اور قابل رشک فتوحات کا ریکارڈ رکھتا تھا۔ ایک فوجی کی حیثیت سے کیریئر کا آغاز کیا۔ تاج وتخت کا مالک بن گیا۔ رُوس پر حملہ اس کی بدترین غلطی تھی۔ 1812ء میں روس پر حملہ کرنے کے لئے نپولین نے 6 لاکھ جوانوں اور افسروں پر مشتمل فوج تیار کی۔ 7 ستمبر 1812ء کو ماسکو کے قریب سخت لڑائی ہوئی۔ سات دن بعد نپولین ماسکو میں داخل ہوا۔ روسیوں نے ماسکو کو خالی کرنے کے بعد، شہر کی تمام عمارتوں کو آگ لگا دی تا آنے والے موسم سرما میں نپولین کی فوج کو پناہ گاہیں میسر نہ آسکیں۔ نپولین ماسکو پر قبضہ کے بعد، معاہدہ صلح کی اُمید پر وہیں رُک گیا۔ حتّٰی کہ موسم سرما کی آمد آمد کی وجہ سے اُسے ناکام واپس آنا پڑا۔ پسپا ہونے والی اس فوج پر روسیوں نے حملہ کر دیا۔ 6 لاکھ کی فوج میں سے صرف ایک لاکھ فوجی فرانس واپس پہنچ پائے۔ اگلے سال رُوس کے حلیف ممالک نے فرانس پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں نپولین کی افواج کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ 1814ء میں نپولین کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا بلکہ جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔ ورلڈ بُک انسائیکلو پیڈیا۔ جلد 14 ایڈیشن 2008ء صفحہ 20,19) نپولین بہادر شاہ ظفر کے مقابلے میں زیادہ خوش قسمت ثابت ہوا کیونکہ اُسے ''دفن کیلئے گز بھر زمین کوئے یار'' میں مل گئی۔

نازی پارٹی کو جرمن میں منظم کرنے کے بعد، ہٹلر وہاں سیاہ وسفید کا مالک بن گیا اور اردگرد کے ممالک فتح کر لئے۔ مگر اُس نے بھی نپولین والی غلطی دُہرائی اور جون 1941ء میں اپنے پُرانے حلیف رُوس سے جنگ چھیڑ لی۔ جس نے دوسری عالمی جنگ کی شکل اختیار کر لی۔ شروع میں جرمن افواج نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر لی مگر دسمبر میں سردی اور برف باری کی وجہ سے پیش قدمی رُک گئی۔ اگلے دو سالوں میں رُوسی فوج نے تین لاکھ جرمن فوجی ہلاک کر دیئے۔ اس جنگ میں جرمنی راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ ہٹلر جیسا طاقت ور حکمران پسپا ہوتے ہوتے اپنے بنکر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا اور اپریل 1945ء میں روس کی فاتح فوج کے بنکر تک پہنچنے سے قبل ہٹلر نے کنپٹی پر گولی چلا کر خودکشی کر لی۔ اپنی بیوی ایوابراؤن کو سایانائیڈ کا کیپسول کھلا کر اپنے ہمراہ لیا۔ معتمد فوجیوں نے دونوں کی لاشوں کو کمبلوں میں لپیٹ کر نذرِ آتش کر دیا۔ یہ تھا غلط فیصلے کا عبرت آموز انجام!

لوگ عام طور پر ہٹلر کے جرائم میں، یہودیوں کی نسل کُشی (ہالوکاسٹ) کا ذکر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اور بھی بہت کچھ کیا ہے۔ یورپ کی دیگر مفتوحہ اقوام کا کیا ذکر، جرمن قوم کو بھی معاف نہیں کیا۔ اُن کے بعض طبقات پر ظلم ڈھائے۔ ہٹلر کے سر میں یہ سودا سمایا کہ آریہ نسل (Aryan Race) دنیا کی افضل ترین قوم ہے اور صرف اس اعلیٰ اور برتر خون اور بیج کا تحفظ انسانیت کی فلاح کیلئے ضروری ہے۔ اس کے حکم پر جنگ عظیم دوم (1939-1945) کے دوران، نازیوں نے یورپ میں آریہ نسل کا خاص ریکارڈ مرتب کیا جس میں 15 لاکھ آرین مردوں اور عورتوں کے میڈیکل کوائف، تصاویر کے ساتھ محفوظ کئے گئے۔ ان میں سے خاص آریہ نسل کی پیدائش و افزائش کیلئے مردوں عورتوں کی

فہرستیں مرتب کی گئیں۔اس مقصد کیلئے آریہ دوشیزاؤں اور بیواؤں کی خاص حوصلہ افزائی کی گئی۔ باقی ''نا خالص'' لوگوں کو آہستہ آہستہ، قیدو بند، نَس بندی (Sterilization) اور سزائے موت کے ذریعے معدوم کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔کہا جاتا ہے کہ اس پر عمل درآمد شروع کر دیا تھا۔تین لاکھ ساٹھ ہزار جسمی دماغی امراض کے مریض، اور جرائم پیشہ افراد ختم کر دیئے گئے تھے۔ 45000افراد پر مشتمل ہٹلر کی خاص پولیس (Gestapo) کے ارکان کسی بھی شخص کو کسی وقت بھی ''حفاظتی حراست'' میں لے لیتے تھے۔حفاظتی حراست کا مطلب لمبی قید یا سزائے موت ہوتا تھا۔

یہودیوں کی نسل کُشی کے منصوبے پر عمل کرنے سے قبل، ہٹلر نے پہلے مختلف قسم کی پابندیاں نافذ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔1939ء میں فیصلہ کیا گیا کہ کوئی یہودی دانتوں کا یا جانوروں کا ڈاکٹر نہیں بن سکتا نہ ہی کیمسٹ کا کام کر سکتا ہے۔ اگلے سال یہ حکم دیا گیا کہ کسی یہودی عورت کو کسی بھی جرمن گھر میں کام نہیں دیا جاسکتا۔1941ء میں پولینڈ پر حملہ کے بعد یہود کے پبلک ٹرانسپورٹ کے استعمال پر پابندی عاید کردی گی، اور پھر ان کے قتل کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔(تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب۔Dictatorship مصنفہ Ron Fridell ناشر Marshall Cauendish صفحات 54-67)

ضمناً عرض ہے کہ اس دور میں فلسطینیوں کے مفتیٔ اعظم جناب حسینی صاحب یہودیوں کو قتل کرنے پر ہٹلر کا شکریہ ادا کرنے برلن گئے اور بخیریت واپس تشریف لے آئے۔ بدقسمتی سے ہٹلر اپنا ''ہتھ ہَولا'' نہ رکھ سکا۔اور ہٹلر کی خودکشی کے بعد مغربی طاقتوں کو یہود کی دلداری کے لئے ارضِ فلسطین میں اسرائیل قائم کرنا پڑا جواب تک تلوار کی طرح اہلِ فلسطین کے سر پر معلق ہے۔

ہٹلر اپنا کام ناتمام چھوڑ کر جلد ہی دُنیا سے رخصت ہوگیا۔قبلہ مفتی صاحب کو اندازہ نہیں تھا کہ یہود کی طرح عرب بھی Semetic نسل کے لوگ ہیں۔ان کا صفایا بھی نسلِ انسانی کیلئے ضروری تھا۔ یہود کے بعد سادات سمیت ان کی باری تھی۔اور اُن کے بعد باقی ان تمام لوگوں کی جو آریہ نسل سے باہر تھے۔غیر آریہ صرف وہی باقی رکھے جاتے جو فیکٹریوں میں ورکرز اور دیگر شعبوں میں خادموں، نوکروں چاکروں اور ضروری ملازموں کے طور پر درکار ہوتے۔ہٹلر یہ کام مکمل کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو گیا۔اگر 30اپریل 1945ء یعنی ہٹلر کے ''یومِ خودکشی'' کو یوم نجات وتشکر کے طور پر منایا جائے تو کوئی حرج نہ ہوگا۔

عاجز نے یہاں ان غلط فیصلوں اور اُن کے خوفناک نتائج کا ذکر اس لئے کیا ہے تا عصمتِ صغریٰ کی نعمتِ عظمیٰ کے Safety valve کی اہمیت مزید واضح کی جاسکے۔

یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخ کا ایک عیب مشہور ہے کہ یہ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ اگر ماضی میں مغرب کے بعض لیڈروں نے اپنے مشاہدات و تاثرات سے غلط نتائج اخذ کر کے بعض فیصلے کئے تو ہوسکتا ہے کہ مغربی زعماء سے پھر اس قسم کا سہو سرزد ہو جائے اور انہیں بھی اور اُن کے ممالک و اقوام کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے۔لہٰذا ہر فیصلہ کرتے وقت انتہائی سوچ بچار اور غوروفکر کی ضرورت ہے۔

انسانیت کا مستقبل، امنِ عالم اور خلافتِ احمدیہ

اکیسویں صدی میں امن عالم کے مستقبل کے بارے میں سیاسی لیڈر، دانشور اور تجزیہ نگار گہری تشویش کا اظہار کر رہے ہیں اور تیسری عالمی جنگ کے امکان کو حقیقی قرار دیا جارہا ہے۔اس وقت سات آٹھ ممالک ایٹمی اسلحہ کی کلب کے ممبر ہیں۔ اگر تیسری جنگِ عظیم میں دنیا میں موجود تمام ایٹمی اثاثے بھی خدانخواستہ جھونک دیئے گئے تو پھر انسان بھی 65 ملین سال قبل پائے جانے والے عظیم الجثّہ جانوروں کی طرح قصہء پارینہ بن جائیں گے!

مایوسی اور خوف کے ان اندھیروں میں ایک آسمانی شمع روشن ہے۔احمدیت حقیقی اسلام کی شمع ع

دستش محافظ است ز ہر بادِ صرصرم

میں یہاں اس آسمانی قندیل کے حوالے سے تین پہلوؤں کا مختصر سا ذکر کرنے کی اجازت چاہوں گا:

1۔احمدیت کے روشن مستقبل کی ضمانت
2۔خلافتِ احمدیہ سے وابستہ برکات
3۔مسیح، مہدی یا امام غائب کے نزول یا بعثت وظہور کا امکان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری چار پانچ برسوں میں

اللہ تعالیٰ سے علم پا کر جماعت کے مستقبل کے بارے میں عظیم الشان پیشگوئیوں کا اعلان کیا ان میں بعض پیش خبریوں کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

''اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حُجت اور برہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کیساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت **برکت ڈالے گا** اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔۔۔۔۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20صفحہ66ایڈیشن1984)

''خُدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے۔ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کردیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پُھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دُوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

(تجلیات الٰہیہ ، روحانی خزائن جلد20صفحہ409ایڈیشن1984)

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور وہ ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔۔۔۔''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ309ایڈیشن1984)

اب عاجز خلافت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی برکت کا ذکر، مضمون کے ابتدائی حصے میں گزر چکا ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی بعثت کے حوالے سے یاد دلاتے ہیں:

''یادرکھو خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو۔ تمہارا اختیار ہے۔ کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ سلطان (سلطانِ ترکی۔ ناقل) کا خلیفۃ المومنین ہونا صرف اپنے مُنہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردتُّ ان استخلف فخلقت اٰدم۔ خلیفة الله السّلطان۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے نہ زمینی۔''

(مجموعہ اشتہارات حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جلد دوم صفحہ 423ایڈیشن1986ء)

پھر رسالہ الوصیت میں اس خلافت کو ''قدرتِ ثانیہ'' کی اصطلاح سے یاد کرکے جماعت میں اس کے تاقیامت استحکام و دوام کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ جماعت کے حق میں ایک عظیم خوشخبری ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کی برکت سے جماعت میں اتحاد و اتفاق اور یگانگت، یکجہتی برقرار رہے گی۔ دنیا بھر میں بسنے والے احمدی مسلمان ایک ہاتھ پر جمع ہوتے رہیں گے اور اُسی ہاتھ کے اشارے سے اُٹھیں گے اور بیٹھیں گے۔ ہمارے مخالفین اور حاسدین اسی اتحاد و اتفاق کو ترستے ہیں۔ اور اس خواب کی تعبیر کیلئے گزشتہ 120 سال سے خلافتِ راشدہ کے احیاء کیلئے سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں۔ مگر اس راز سے بے خبر ہیں کہ خلافتِ حقہ انسانی منصوبوں اور کوششوں سے قائم نہیں ہوتی۔ اس منزل کو ایک ہی راستہ جاتا ہے، اور وہ ہے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ!!

''سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کردیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو

میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو(حضور کی متوقع وفات کی خبر۔ناقل) اورتمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اوراس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔۔۔

میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔سوتم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہوکر دعا کرتے رہو۔''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ306,305)

مغربی دنیا یعنی یورپ وامریکہ کے اقتدار کے ایوانوں میں دو باتوں کی وجہ سے ''تھرتھرلیاں'' پڑی ہوئی ہیں (i)عالم اسلام میں ''خلافت'' قائم ہونے سے نعوذباللہ امنِ عالم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا اور اُن کے بقول تہذیب انسانی کی صف اس وقت لپیٹ دی جائے گی جب ''امام مہدی'' یا ''امام غائب'' کا ظہور ہوگا۔اور ساری دنیا میں ''جہاد'' کا ایسا ڈنکا بجے گا کہ بحروبرّ لاشوں سے پُر ہو جائیں گے۔مہدی/امام غائب کے ساتھ ہی عیسیٰ بن مریم کا ''نزول'' ہوگا مگر یورپ اورامریکہ اُن کے نزول سے خائف نہیں بلکہ اُن کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ نزول کے بعد حضرت مسیح ان کے حق میں تلوار چلائیں خون تو بہے گا مگر مغرب اس خون ریزی پر رضامند ہوگا۔

لیکن حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا یہ احسان بھی لائق ذکر اور قابل قدر ہے فقط یہی ایک وجود ہے جو آج کامل یقین کے ساتھ اعلان کر رہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم وفات پاچکے۔نہ آسمان پر گئے نہ آسمان سے واپس آئیں گے۔امام مہدی، جس کے ساتھ مل کر انہوں نے کُفار کا صفایا کرنا تھا۔وہ آچکے اور اپنا کام ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔اب کوئی خونی مہدی مبعوث نہیں ہوگا۔امام غائب بھی صدیاں گزریں فوت ہو چکے ہیں۔لہٰذا ان کی بعثت بھی نہیں ہوگی۔قتل وغارت اور خون ریزی کے سب امکانات ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئے۔لہٰذا اب اس بے بنیاد خوف وہراس اور بے چینی واضطراب کو ختم ہو جانا چاہیئے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی درج ذیل یقین سے پُر، ایمان افروز تحریریں ملاحظہ فرمائیے۔

1۔ '' **قد توفی عیسیٰ و اللہ یعلم انہ المتوفی و توفی امامکم محمد الذی ترقبونہ و قائم الوقت الذی تنظرونہ و الھمت من ربی انا المسیح الموعود و احمد المسعود**''

(سرّ الخلافہ ۔ روحانی خزائن جلد8صفحہ380)

یعنی حضرت عیسیٰ وفات پاچکے ہیں اسی طرح امام محمد مہدی جن کی واپسی کا انتظار کیا جارہا ہے بھی فوت ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام سے خبر دی ہے کہ میں ہی مسیح موعود اور احمد مسعود ہوں۔''

''**فلا مسیح یعدنا الیٰ یوم القیامۃ و لا ینزل احد من السماء و لا یخرج راس من المغارہ**''

(اعجازالمسیح۔ روحانی خزائن جلد18صفحہ73)

یعنی کسی مسیح کی اب قیامت تک واپسی نہیں ہوگی۔نہ ہی کوئی آسمان سے نازل ہوگا اور نہ ہی کوئی (امام غائب) اب غار سے برآمد ہوگا۔

عیسائی دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور سربراہ، ملکہ وکٹوریہ کو حضور علیہ السلام نے آگاہ فرمایا:

کوئی خُونی مہدی یا خُونی مسیح دنیا میں آنے والا نہیں ہے بلکہ ایک شخص صلح کاری کے ساتھ آنے والا تھا جو میں ہوں۔''

(تحفہ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد12صفحہ265)

ملکہ وکٹوریہ سے خطاب کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر مطلع فرمایا:

'' دوسرا عیب ہماری قوم مسلمانوں میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خُونی مہدی کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں دنیا کو خُون سے بھر دے گا۔حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ہماری معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کوئی لڑائی نہیں کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ تمام باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خُو اور خُلق پر ہوگا اوران کے رنگ میں ایسا رنگین ہوگا کہ گویا ہو بہو وہی ہوگا۔''

(ستارۂ قیصرہ۔ روحانی خزائن جلد15صفحہ121ایڈیشن2008ء)

پھر اُمّتِ محمدیہؐ کے خواص وعوام پر حُجّت تمام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' اس امر سے قطعاً منکر ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کیلئے مسیح نازل ہوگا اور

کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا، بادشاہِ وقت ہوگا اور دونوں مل کرخون ریزیاں شروع کردیں گے۔ خدانے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہر گز صحیح نہیں۔ مدّت ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے۔ کشمیر محلہ خان یار میں آپ کا مزار موجود ہے۔ سو جیسا کہ مسیح کا آسمان سے اُترنا باطل ثابت ہوا۔ ایسا ہی کسی مہدی غازی کا آنا باطل ہے۔''

(حقیقت المهدی۔ روحانی خزائن جلد14صفحه 433,432)

حرفِ آخر

آج روئے زمین پر صرف جماعت احمدیہ مسلمہ وہ واحد جماعت ہے جو ان حوالوں سے ہر قسم کی تشویش، پریشانی اور بے چینی سے محفوظ ہے اور کُرّہ ٔارض کے چھ سات بلین لوگوں کو اسی یقینی صداقت کا پیغام دے کر سکون قلب کے مرہم کی فراہمی کے ساتھ ساتھ امن عالم کا پرچم بلند کررہی ہے۔ قرآن کریم میں ذوالقرنینؑ کی بنائی ہوئی مضبوط دیوار کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی الہاماً ''ذوالقرنین'' کہا گیا ہے۔ حضرت اقدس ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کی ان الفاظ میں وضاحت فرماتے ہیں:

''وہ قوم جن کے لئے دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں وہی ہیں جن کا دین دشمنوں کی دست وبُرد سے بچے گا۔ ہر ایک بنیاد جو سُست ہے اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائے گی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان ان پر غالب نہیں آئے گا اور شیطانی گروہ اُن پر غلبہ نہیں کرے گا۔ ان کی حُجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھسنے والی ہوگی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔''

(ضمیمه براهین احمدیه حصه پنجم ۔روحانی خزائن جلد21صفحه 314)

خلافت کی نعمت

فریدہ محمود

مبارک خلافت کی نعمت مبارک ☆ یہ رحمت مبارک یہ راحت مبارک
سراسر اخوّت محبت کی دولت ☆ ملی ہم کو ملّت کی وحدت مبارک
دینِ محمدؐ کی طاعت مبارک ☆ مسیحِ محمدؐ کی چاہت مبارک
عطا ہوئی اس سے جو نصرت مبارک ☆ نُوری خلافت کی آمد مبارک
یہ ثانی، یہ ثالث، یہ رابع خلافت ☆ مسرور سے آئی خامس خلافت
مسرور سے ہم کو اُلفت مبارک ☆ مسرور کی ہم سے چاہت مبارک
مسرور کی ہم کو طاعت مبارک ☆ دینِ محمدؐ کی خدمت مبارک
رحمت، یہ نصرت و طاعت مبارک ☆ مبارک یہ دَورِ خلافت مبارک

برکاتِ خلافت

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

خِلافت پھر سے منہاجِ نبوت پر ہوئی جاری
فضا پھر بارشِ انوار سے معمور ہے ساری

عجب لطف وکرم سے ہم کو مولا نے نوازا ہے
نشانِ قدرتِ ثانی ہوا ہر بار تازہ ہے

قیامت تک رہے گی یہ مسیحاؑ نے ہے بتلایا
مگر مشروط ہے، تقویٰ سے وابستہ ہے فرمایا

بفضلِ ایزدی برکات دیکھی ہیں خلافت کی
مصائب سے بچانے کی دعاؤں کی اِجابت کی

عدو کی حاسدوں کی ہر تباہی ہم نے دیکھی ہے
تعلّی ،خود نمائی،کم نگاہی ہم نے دیکھی ہے

زمیں پاؤں سے نکلی یہ نشاں بھی ہم نے دیکھا ہے
ملائک کے اترنے کا سماں بھی ہم نے دیکھا ہے

ہمیشہ دشمنوں کو ہم نے ہوتے خوار دیکھا ہے
فضاؤں میں تباہی، سوئے تختِ دار دیکھا ہے

ترقی کی طرف بڑھتا ہوا ہر دن ہمارا ہے
عدو حسرت سے دیکھے ہم کو منزل نے پکارا ہے

خدا پیوستہ رکھے ہم کو بھی شجرِ خلافت سے
ہمیشہ ہم فدا ہوتے رہیں جذبِ اطاعت سے

''احمدیت کا نفوذ۔صوبہ خیبر پختونخواہ میں''

دوسرے ایڈیشن کیلئے تعاون کی اپیل

محمد اجمل شاہد

گزشتہ سال'' احمدیت کا نفوذ، خیبر پختونخواہ میں'' شائع ہوئی تھی۔اس کتاب میں صوبہ میں احمدیت کی گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ کی تاریخ کو احاطہ ٔتحریر میں لانے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایک وسیع خطہ ارض میں ایک صدی کی مکمل تاریخ کو مرتب کرنا' آسان کام نہ تھا۔کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد ہم بفضلہٖ تعالیٰ بڑی حدتک اس میں کامیاب ہوئے۔اور عمومی طور پر جماعت کے اکثر افراد کی طرف سے اسے بہت سراہا گیا اور اسے اس خطہ میں جماعت کی تدریجی ترقی اور تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا گیا، الحمدللہ۔

جیسا کہ احباب جانتے ہیں کہ تاریخ کا کام کبھی بھی مکمل نہیں ہوتا۔ ویسے بھی وقت کے ساتھ تاریخ کا کام بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے۔ ہمیں خود بھی اس امر کا احساس تھا کہ احباب ان حصوں کی نشاندہی کریں اور ضروری مواد بھی مہیا کرنے میں تعاون فرمائیں۔ چنانچہ بعض احباب نے اس میں عملی کام کیا ہے اور بعض نے وعدہ کیا ہے۔ اب جبکہ دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا کام شروع ہے، احباب سے جلد ایسے مواد کی ترسیل کیلئے درخواست ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال جلسہ سالانہ لندن کے بعد خاکسار کی ملاقات میں اس کتاب کی اشاعت پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اسے مزید مکمل کرنے کے لئے توجہ دلائی۔ خاکسار نے حضور سے سیکنڈ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرنے کا عہد کیا۔ حضور کا خاص طور پر اشارہ ضلع ہزارہ کی طرف تھا۔ اس ضلع سے تعلق رکھنے والے احباب سے خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔ آپ بذریعہ خط، ای میل یا فیکس رابطہ کرسکتے ہیں۔

Email: sdaslam@hotmail.com
homeocare@yahoo.com
Fax: 267-200-0335
Address: 927 Ashton Road
Bensalem PA 19020

اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدود

جمیل احمد بٹ

گزشتہ دنوں Innocence of Muslims نامی فلم کی نمائش عالم اسلام کے دلوں کو دکھانے کی ایک بالارادہ مذموم کوشش تھی۔ اس واقعہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے جہاں اس کی مذمت کی وہاں عالم اسلام کی مثبت راہنمائی بھی فرمائی۔ نیز مغربی دنیا کو اظہار رائے کی آزادی کو حدود میں رکھنے کے لئے قانون سازی کی طرف بھی توجہ دلائی تا کہ آئندہ ایسے واقعات کو قانون کی مدد سے روکا جاسکے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی یہ نصیحت اس حوالہ سے بہت اہم تھی کہ کئی ممالک بالخصوص امریکہ کی جانب سے برملا یہ کہا گیا کہ وہ اس فلم کی نمائش کو روکنے اور اس کے بنانے کے ذمہ داروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے ملکی قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے۔

اس پس منظر میں اظہار رائے کی آزادی اور اس کی حدود کی مختلف پہلوؤں سے وضاحت اس مضمون کا موضوع ہے۔

آغاز گفتگو میں یہ ذکر برمحل ہوگا کہ اظہار کی قوت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس نے اس کے استعمال کے بارے میں راہنمائی بھی فرمادی ہے۔

عطائے الٰہی

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو قوتِ اظہار بخشی ہے جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ: جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے۔ (حٰم سجدہ 22:41)

دیگر مخلوق میں اس قوت کے اظہار کے خاص خاص مواقع ہیں جیسے قرآن کریم بروز حشر انسانی جلد کے چمڑے کی گواہی کا ذکر فرماتا ہے۔ نیز کائنات کے تمام اجسام کا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا (بنی اسرائیل 45:17) ۔ اور پرندوں کا جن کی زبان سمجھنے کی صلاحیت حضرت سلیمانؑ کو عطا کی گئی (نمل 17:27)۔

انسان کو اس قوت کے دیئے جانے کا بطور خاص یوں ذکر فرمایا:

ترجمہ: اسے (انسان کو) بیان سکھایا۔ (الرحمٰن 5:55)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام مخلوق قوتِ اظہار رکھتی ہے اور ان قوانین کے تابع ہے جو اس غرض سے ان کے لئے مقرر ہیں۔ یہ ایک اہم عطائے الٰہی ہے اس لئے قرآن کریم نے کئی جگہ (الصّٰفّٰت 93:37) (انبیاء 21:64-66) یہ ذکر فرمایا کہ انسان کے خود تراشیدہ بت قوت گویائی سے محروم ہوتے ہیں۔

حدود

انسان چونکہ اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہے اس لئے قوت گویائی کے حوالے سے بھی اسے پابند نہیں کیا گیا اور صرف زبان کے استعمال کے بارے میں الٰہی کتب کے ذریعہ راہنمائی فرمائی گئی۔

Old Testament

تورات میں اس اصولی راہنمائی کا امثال باب 12 میں یوں ذکر ہے:

'لبوں کی خطا کاری میں شریر کے لئے پھندا ہے' (آیت 13)

'بے تامل بولنے والوں کی باتیں تلوار کی طرح چھیدتی ہیں لیکن دانش مند کی زبان صحت مند ہے' (آیت 18)

'جھوٹے لبوں سے خداوند کو نفرت ہے' (آیت 22)

قرآن کریم

ایک مکمل شریعت ہونے کے ناطے اس میں اس قوتِ گویائی کے استعمال کے مفید اور مضر تمام پہلوؤں کو پوری وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصۃً یہ تعلیم اس طرح ہے:

دھیمی آواز میں بات کرو (لقمان 20:31)۔ واضح، صاف اور سیدھی بات کرو جس میں کوئی پیچیدگی نہ ہو (الاحزاب 71:33)۔

جھوٹ کو سچ کا لباس مت پہناؤ، غلط اور صحیح کو خلط ملط مت کرو۔ حق کی بات کو مت

چھپاؤ(البقرہ 43:2)۔

جھوٹ نہ بولو، تصنع، بناوٹ، فریب کاری کی باتیں مت کرو(الحج 31:22)۔

گفتگو میں عدل وانصاف کوملحوظ خاطر رکھو(الانعام153:6)۔

بات خوبصورت انداز میں توازن برقرار رکھتے ہوئے پیش کرو(بنی اسرائیل 54:17)(البقرہ 84:2)۔

ایسی زبان بولو جو معاشرے میں شرفاء کی زبان سمجھی جاتی ہے(النساء 6:4) ۔

دوسروں کے جذبات کا خیال رکھو، اور نرمی سے بات کرو(طٰہٰ 45:20) ۔

نرم لہجہ میں بات کرو (البقرہ 84:2)۔ ہر ایک کوسلامتی کا پیغام دو(زخرف 90:43)۔ ہرلغو بات سے پرہیز کرو(انعام154:6)(مومنون4:23)۔

لغو باتیں سنو بھی نہیں(القصص56:28)۔معاشرے میں فحش باتیں مت پھیلاؤ (النور20:24)۔

جب تک کسی بات کی خود تحقیق نہ کرلو اس کے پیچھے مت لگو(بنی اسرائیل 37:17)۔افواہیں آگے مت پھیلاؤ(الحجرات 7:49)۔

اس کی اطلاع ذمہ دار حکام کودو(النساء84:4)۔دوسروں کے متعلق حسن ظن سے کام لو(النور13:24)(الحجرات 13:49)۔

بلاتحقیق باتیں مت پھیلاؤ(النور 13:24اور 16-17)۔دوسروں کے معاملات کی ٹوہ میں نہ لگے رہو(الحجرات13:49)۔

کسی پرتہمت مت لگاؤ(النور24:24)۔ایک دوسرے کی غیبت مت کرو (الحجرات13:49)۔ایک دوسرے کا تمسخر مت اُڑاؤ (الحجرات12:49)۔

ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی مت کرو(الحجرات(49: 12)۔کسی سے حسد مت کرو(النساء55:4)۔

ایک دوسرے کے برے برے نام مت رکھو(الحجرات12:49)۔کشادہ نگاہی اور وسعت قلب سے درگزر کرو(آل عمران135:3)۔

غصہ کودباؤ(الشوریٰ38:42)۔یونہی اپنے آپ کو مقدس نہ بتلاتے پھرو (النجم33:53)۔کبھی منافقت نہ کرو(آل عمران168:3)۔

دوسروں تک حق کی بات بطریق احسن پہنچاؤ(النحل126:16)۔بحث میں بھی اچھا انداز اختیار کرو(النحل126:16)۔

اچھے طریق پر گفتگو کر کے دشمن کو بھی دوست بناؤ(حم سجدہ 35:41)۔دشمنوں سے بھی کامل عدل کرو(المائدہ 9:5)۔

بانیان مذہب کی عزت کرو(آل عمران:82)(مائدہ165:4) (النساء37:16)۔

غیروں کے معبودوں کے حق میں بھی گستاخی نہ کرو(الانعام109:6)۔

دین سے تمسخر اور استہزاء کرنے والوں سے الگ ہوجاؤ(الانعام71:6)۔ان کی مجلسوں میں نہ بیٹھو(النساء141:4)۔

کیا بولیں

بندوں سے گفتگو میں ان سب احتیاطوں کے ساتھ قرآن کریم انسان کو اپنی زبان کے اور بھی بہتر استعمال کے درج ذیل امکانات کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔

1۔حمد وتسبیح

کسی بھی زبان کے لئے سب سے بہتر اور ضروری اظہار اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح ہے۔قرآن کریم نے اس کا حکم کئی بار دہرایا ہے جیسے:

(الحجر99:15)،(طٰہٰ131:20)،(مومن56:40)،(ق41:50) ، (الطور49:52)،(النصر4:110)۔

اور اہل ایمان انہیں کو قرار دیا ہے جو خدا کی حمد اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں (سجدہ 16:32) ۔اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کو اپنی ادنیٰ اور لاشئے حیثیت کا ادراک ہوتا ہے اور وہ اپنے اظہار اور عمل پر نگہبان رہتا ہے ۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد بھی اسی طرف توجہ دلاتا ہے کہ دوکلمات زبان پر بہت ہلکے ہیں لیکن وزن میں بہت بھاری،**سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم**۔

2۔ذکر الٰہی

زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھنا بھی اس کا ایک بہترین استعمال ہے۔قرآن کریم نے یہ بات بھی بطور حکم فرمائی کہ:

ترجمہ:اللہ کو بکثرت یاد کرو۔(الجمعہ 11:62)

ذکر الٰہی کے دوخوش کن نتائج جو قرآن کریم میں مذکور ہیں ان میں ایک تو فلاح اور کامیابی ہے جیسا کہ اس آیت کا آخری حصہ

ترجمہ: تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔اور دوسرا اطمینان قلب ہے جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ:سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔(الرعد 29:13)

3۔درود

زبان کا ایک اور اچھا استعمال آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا ہے۔یہ ان

احسانات کی کسی قدر شکر گزاری ہے جو محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے بنی نوع انسان پر فرمائے۔قرآن کریم نے اس بارے میں یہ حکم دیا ہے:

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب 57:33)

4۔اظہار حق

اظہار کا ایک اور میدان حق گوئی ہے۔خطرات ونقصانات کی پرواہ کئے بغیر سچائی کا برملا اظہار ایک پسندیدہ عمل ہے ،اور اس لئے دیدہ دانستہ حق کو چھپانے سے روکا گیا ہے۔فرمایا:

ترجمہ: اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق کو چھپاؤ نہیں (البقرہ 43:2)

5۔دعوت الی اللہ

ایک اور ضروری اظہار لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ: اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔(النحل 126:16)

دعوت اللہ کے لئے اظہار کو اللہ نے بہتر بات بھی قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے (حٰم سجدہ 34:41)

6۔اس تعلیم کی اہمیت

یہ حدود ہیں جن میں رہ کر اظہار رائے فرد کے لئے فرحت، سکینت اور اطمینان اور معاشرے کے لئے امن وسلامتی کا ضامن ہے اور ان کی خلاف ورزی اس کے برخلاف بدنتائج کی ذمہ دار۔

یہ نتائج اتنے یقینی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے بھی فرمایا:

اگر تو سخت زبان ہوتا تو یہ سب لوگ تتر بتر ہو جاتے (آل عمران 160)

یہ اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زبان کو ان دو اعضاء میں سے اول نمبر پر رکھا جن کی حفاظت انسان کے اچھے انجام کی ضمانت ہے۔

اس لئے آج جن معاشروں میں ان کا خیال نہیں رکھا جارہا یا کچھ کی خلاف ورزی ہورہی ہے وہاں لوگ مسائل کا شکار ہیں

گفتگو کے ان آداب کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب بات ان ذرائع پر ہورہی ہو جن کی پہنچ زیادہ ہے۔سائنسی ترقی نے آج ترسیل کے زیادہ موثر ذرائع عام کر دیئے ہیں۔کوئی بھی تقریر، ویڈیو یا فلم الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فوراً بڑی آبادی تک پہنچ جاتی ہے اور پھر e-mail ، Facebook اور Twitter کے ذریعہ اس کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے. اس تناظر میں ان حدود کا خیال نہ رکھنا، پیدا کردہ مسائل کو بھی اسی نسبت سے بڑھا دیتا ہے

7۔اظہار رائے کی مکمل آزادی کا موجودہ تصور

پس منظر

مکمل آزادی کا موجودہ تصور واقعاتی طور پر اس ظالمانہ روک ٹوک کا منطقی نتیجہ ہے جو رومن کیتھولک چرچ نے اپنے اقتدار کے زمانے میں اختلاف کرنے والوں پر روا رکھی۔

چرچ کے کرتا دھرتا ہر اس آواز کو سختی سے دبا دیتے جو ان کی سوچ سے ذرہ بھی مختلف ہوتی یا جسے وہ اپنی دانست میں چرچ کے مفاد کے خلاف سمجھتے۔ایسی سوچوں، خیالات اور آوازوں کو دبانے کے لئے وہ مذہب کی آڑ لیتے اور ان لوگوں کو کافر قرار دے کر اول ظلم وبربریت کے ساتھ اقرار کرواتے اور پھر زندہ جلا کر موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔اور مرد اور عورت کی کوئی تمیز نہ کرتے۔

تاریخ نے اس سیاہ دور کو Inquisition کا نام دیا ہے اس کے تحت پہلا مقدمہ 1184 میں ہوا اور یہ سلسلہ کئی صدیوں پر محیط رہا۔پرتگال اور سپین میں اس کے علیحدہ علیحدہ دور بھی ہوئے۔اسی کے تحت مشہور سائنس دان گلیلیو کو اس جرم میں سزا دی گئی کہ وہ بائبل کی تعلیم کے خلاف یہ کہتا تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔وہ 1642 میں جیل میں فوت ہوا۔

پھر شخصی بادشاہتیں بھی ایسی آوازوں کو بالجبر دباتیں۔جنہیں وہ اپنی حکومتوں کے لئے خطرہ جانتیں۔کلی اقتدار کے ساتھ ان کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو جاتا اور کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا جاتا۔

8۔ردِعمل

ان ظلموں کے خلاف ردِعمل کے طور پر عیسائی دنیا میں آزادروی کے خیالات عام ہوئے۔امریکہ میں دونوں جہات سے سخت ردِعمل ظاہر ہوا۔امریکہ کی دریافت کے بعد ابتدائی تمام آبادکار مذہبی طور پر Protestant عیسائی تھے جو کیتھولک چرچ کی Inquisition کے مارے ہوئے تھے اوران سے بچنے کے لئے اپنے وطن چھوڑکراورنقل مکانی کرکے امریکہ کے غیرآباد ملک میں آن بسے تھے۔

دوسرے وہ ابتدائی طور پرانگریزوں کے زیرتسلط رہے اوراس شخصی بادشاہت کے تحت اظہارِرائے کے حق سے محروم رہے۔اسی سبب ان میں کلی آزادی کے تصور نے گھر کرلیا۔

9۔اظہاررائے کی آزادی کے قوانین

مختلف ملکوں میں اظہاررائے کی آزادی کے قوانین کی تاریخ میں درج ذیل سنگِ میل نمایاں ہیں:

1۔1689 میں انگلینڈ میں حقوق کا بل Bill of Rights منظور ہوا۔جس میں اظہارِرائے کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا۔

2۔سو سال بعد انقلاب فرانس کے دوران 1789 میں عام لوگوں اور شہریوں کے حقوق کا اعلامیہ Declaration of the Rights of Man and of Citizen منظور کیا گیا۔جس میں اظہاررائے کی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا

3۔1791 میں امریکہ میں امریکی حقوق کے بل میں پہلی ترمیم Ist Amendment to US Bills of Right منظور کی گئی ،جس میں پانچ حقوق کی ضمانت لی گئی اوراظہاررائے کی آزادی کو ناقابل تنسیخ قرار دیا گیا۔اس کے الفاظ یہ تھے:

' Congress shall make no law ....adriding (limiting) the freedom of speech or of the press ....'

ترجمہ: کانگریس کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس سے اظہار اور پریس کی آزادی پر کوئی بھی قدغن لگتی ہو

4۔ 1948 میں اقوامِ متحدہ نے حقوق انسانی کا عالمگیر اعلامیہ Universal Declaration of Human Rights منظور کیا جس میں کہا گیا

' Everyone has the right to freedom of opinion and expression ..... without interference'

ترجمہ: ہر شخص رائے رکھنے اوراسکا اظہار کرنے کے لئے بلا روک ٹوک آزاد ہے

نتیجہ:

یہ قوانین دوسری انتہا پر تھے اورقید سے آزاد اظہاررائے کی اس بے محابا آزادی نے دومحاذوں پر تباہ کن نتائج ظاہر کئے:

ایک

ہر گند بلا کے کھلے اظہار سے عریانی وفحاشی کا چلن ہوا

انسانی رشتوں میں تکلیف دہ دراڑیں پڑیں

خاندانی ڈھانچہ Family Structure کی ٹوٹ پھوٹ ہوئی

لوگوں کی ذاتی زندگی میں مداخلت اورٹوہ میں لگ کر فحش کی اشاعت کی راہ کھلی

دوسرے

مذہبی اقداراورشخصیات پرانتہائی قابل نفرت حملوں پر جرأت ہوئی

حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء پر فلمیں بنائی گئیں اورعیسائی دنیا نے اسے برداشت کرلیا۔

پھر آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر 2006 میں تکلیف دہ کارٹون اور اب ایک انتہائی ظالمانہ فلم بنائی گئی

10۔آزادیٔ رائے کا حق اب بھی قطعی (Absolute) نہیں

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ باوجود اس تصور کے کہ اظہاررائے پر کوئی پابندی نہیں عملاً بیشتر ملکوں میں ایسا نہیں ہے۔

1948 میں UNO نے جب حقوق انسانی کا عالم گیر اعلامیہ (Universal Declaration of Human Rights) منظور کیا تو اس اظہار رائے کی آزادی کے حق کی یہ حدود متعین کی گئیں:

'The excercise of these rights carries special duties and responsibilities and may therefore be subject to certain restrictions when necessary for

respect of the rights or reputation of others or for protection of national securtiy or, of public order or of public health or morals'

ترجمہ: ان حقوق کا استعمال خصوصی فرائض اور ذمہ داریوں کا متقاضی ہے۔اس لئے دوسروں کے حقوق، شہرت، قومی سلامتی، امن عامہ، عمومی صحت اور اخلاق کے تحفظ کے لئے جب ضروری ہوتو ان پر پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں۔

عملاً جن معاملات کی خاطر پابندیاں لگائی گئیں ان میں ایک معاملہ Holocaust ہے۔نازی جرمنی دور میں یہودیوں پر مظالم کی جو تفصیل بیان کی جاتی ہے اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے یا اس میں کمی بیان کرے تو اسے جرم قرار دیا گیا۔یورپین یونین کے تقریباً تمام ممالک میں اب تک یہ جرم ہے اور 2009 میں بھی جرمنی میں اس جرم کے مرتکب ایک شخص کو سزا دی گئی ہے

مذہبی شخصیات کی توہین کے لئے کئی ممالک میں Blasphemy قوانین رائج ہیں۔انگلینڈ میں یہ قوانین ابھی کچھ عرصہ پیشتر 8 جولائی 2008ء کو ختم کئے گئے۔ان کے تحت آخری بار 1977ء میں ایک مجرم کو سزا دی گئی اور اس سے پہلے 1883ء سے 1922ء کے درمیان 5 افراد کو۔

امریکہ میں اظہار رائے کی آزادی کا قانون قطعی (Absolute) ہے اس کے باوجود قومی سلامتی کے نام پر پابندیاں لگتی رہتی ہیں 9/11 کے بعد اس آزادی پر پابندیاں لگائی گئیں۔جس پر شہری آزادیوں کے اداروں کی طرف سے نکتہ چینی بھی ہوئی۔

غرضیکہ جب اور جہاں یہ طاقتیں اپنا مفاد جانتی ہیں اس آزادی کے استعمال کو روک دیتی ہیں۔لیکن بدقسمتی سے چونکہ عملاً یہ لادین ہیں اس لئے مذہبی شخصیات کی توہین پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

11۔قانون میں تبدیلی کی ضرورت

وہ نیک اور بزرگ شخصیات جنہیں کروڑہا لوگ مقدس جانتے ہیں۔انہیں چند سر پھرے اور نیم پاگل لوگوں کی عامیانہ سوچوں کا نشانہ بننے سے روکنا حکومتوں کا فرض ہے۔

آزادی کا یہ مطلب کیسے ہوسکتا ہے کہ چند افراد کو کھلی چھوٹ دے دی جائے اور کروڑہا افراد کے اس حق کی پرواہ نہ کی جائے کہ جس وجود کو وہ مقدس جانتے ہیں اس کے تقدس کی حفاظت نہ ہو۔

زندہ رہنا ایک بنیادی حق ہے اور زندگی کے قیام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ممنوع ہے تو مذہب اور عقیدوں کی بنیاد پر قائم روحانی زندگی بھی تو ایک حق ہے۔اور اس کی حق تلفی بھی جرم ہونا چاہیئے۔

آزادی کا تصور یہی ہے کہ ایک شخص کے چھڑی گھمانے کا حق وہاں ختم ہوجاتا ہے جہاں دوسرے وجود کا کوئی حصہ حائل ہوتا ہے۔

پس اظہار کی آزادی بھی وہاں ختم ہو جاتی ہے، جہاں دوسرے افراد کی عقیدت، محبت اور تعلق کی حد شروع ہوتی ہے۔

ضروری ہے کہ یہ سادہ سا اصول اپنانے کے لئے قانون سازی کر کے آزادی رائے کو محدود کیا جائے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو توجہ دلائی ہے کہ آزادی رائے سے متعلق قوانین کوئی خدائی قانون نہیں اور انہیں تبدیل کیا جانا چاہیئے۔اور دنیا کے پڑھے لکھے لوگوں اور ارباب حکومت اور سیاست دانوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا وہ ان چند بیہودہ لوگوں کو سختی سے نہ دبا کر وہ خود بھی اس مفسدہ کا حصہ تو نہیں بن رہے؟

عوام الناس کو بھی سوچنا چاہئے کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیل کر اور دنیا کے ان چند کیڑوں اور غلاظت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر وہ خود بھی دنیا کے امن کی بربادی میں حصہ دار تو نہیں بن رہے؟

12۔تبدیلیٔ قانون کیلئے مسلم دنیا کا کردار

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 ستمبر 2012ء میں اظہار فرمایا کہ تعداد کے لحاظ سے مسلمان دنیا کی دوسری بڑی مذہبی طاقت ہیں اور اگر وہ اس اہمیت کو سمجھیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔موجودہ صورتحال اور کمزوری کی کیفیت مسلمانوں کی اکائی اور لیڈر شپ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

یہ ایک بنیادی رہنمائی ہے اور اگر اہل اسلام اس راہ کو اختیار کرسکیں تو اظہار رائے کی آزادی کے قوانین میں مطلوبہ احتیاطیں یقیناً شامل ہوسکتی ہیں۔اور آنحضرت ﷺ کے خلاف بدگوئی کا یہ سلسلہ رک سکتا ہے۔

13 تبدیلی قانون تک کالائحہ عمل

جب تک یہ مثبت تبدیلی پیدانہیں ہوتی ۔ایسے مذموم واقعات کی روک تھام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی خطاب میں ایک انتہائی قابل عمل اور مثبت لائحہ عمل بھی تجویز فرمایا ہے ۔جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔اسلام دشمنوں کی ایسی ناپاک کوششوں کواسلام کے مقابل ہزیمت اورشکست جاننا

2۔ایسے واقعات پردلی جذبات کے اظہارمیں اپنے آپ کونقصان سے بچانا

3۔آنحضرت ﷺ پر بکثرت درود بھیجنا

4۔آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کواپنی عملی زندگی میں پورے طور پر اپنانا

5۔غیرمسلم دنیامیں آنحضرت ﷺ کی مقدس سیرت وسوانح کوپھیلانا

6۔بدگوئی کرنے والوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود کے درج ذیل فرمودہ طریق کواپنانا:

'میں سچ سچ کہتاہوں کہ اگرہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کرلیں تو یہ ممکن ہے مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کرسکتے جوخداکے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے بازنہیں آتے'

(چشمہ معرفت ،روحانی خزائن جلد 23صفحہ نمبر 386)

14۔بدگوئی کونہ روکنے والوں کے لئے انتباہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خطاب میں دوٹوک انداز میں فرمایا کہ:

'بعض سیاستدان آزادی اظہار کے نام پراس گھناؤنے فعل کے حق میں بول رہے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ دنیاگلوبل ولیج بن چکی ہے۔اگرکھل کر برائی کو برائی نہ کہا گیاتو یہ باتیں ان ملکوں کے امن وسکون کوبھی برباد کردیں گی اورخدا کی لاٹھی جو چلنی ہے وہ علیحدہ ہے'

نیز آپ نے حضرت مسیح موعود کےفرمودہ اس انتباہ کوبھی دہرایا:

''وہ سمجھتے ہیں کہ گالی اور بدزبانی میں ہی فتح ہے مگر ہرایک فتح آسمان سے آتی ہے پاک زبان لوگ اپنی پاک کلام کی برکت سے انجام کاردلوں کوفتح کرلیتے ہیں مگر گندی طبیعت کے لوگ اس سے زیادہ کوئی ہنرنہیں رکھتے کہ ملک میں مفسدانہ رنگ میں تفرقہ اور پھوٹ پیداکرتے رہیں۔۔۔تجربہ بھی شہادت دیتاہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کاانجام اچھانہیں ہوتا''

(چشمہ معرفت ،روحانی خزائن جلد 23صفحہ نمبر386)

15۔حرف آخر

اس معاملے کے تمام پہلوؤں کااحاطہ کرتی ہوئی یہ ایک مکمل راہنمائی ہے۔اور بار بار رونما ہونے والے ان تکلیف دہ واقعات کے سدّ باب کی یقینی راہ ان پرعمل درآمد ہے۔اسی طرح اسلامی ملکوں میں آباد افراد میں باہم بُعد اور دوریوں کو مٹانے کا یقینی ذریعہ بھی۔ہرسطح پر اظہار کوقرآنی تعلیم کے تابع کرنا ہی ہے۔

اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عارفہ حلیم

دل ہے فدائے شانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم
جاں ہے میری قربانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم

آپ ہیں صادق، آپ امیں ہیں، تفسیرِ قرآنِ مُبیں ہیں
حکمِ خدا، فرمانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم

اس پہ درِ الطاف ہوا وا، اسکو ہوا عرفان خدا کا
جس کو ہوا عرفانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم

ظلمتِ کفر وشرک مٹائی دین کی سیدھی راہ دکھائی
ہم پہ ہے یہ احسانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم

مُنہ کے بل بُت آن گرے ہیں ہاتھ میں کنکر بول رہے ہیں
اللہ اللہ شانِ محمد، صلّی اللہ علیہ وسلم

عارفہ ان پر اترا قرآں، آپ خدا ہے ان کا ثنا خواں
کیوں نہ ہو سب قربانِ محمد،صلّی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کی خوشگوار یادیں

گاھے گاھے بازخواں آں قصہء پارینہ را تازہ خواھی داشتن گرداغھائے سینہ را

عبدالہادی ناصر، نیویارک

تاریخِ احمدیت میں حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کا وہ اہم اور معتبر نام ہے جس کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ محترم قاضی نذیر صاحب جماعت احمدیہ کے جیّد عالم، علم وحکمت کے پیکر، منطق وفلسفہ میں منفرد، با کمال مناظر، بہترین مقرر، نامور مصنف اور ایک مشفق استاد، آسمان احمدیت پر ایک درخشندہ ستارہ بن کرا بھرے۔ آپ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بھی رہے۔ آپ کے علم وحکمت کے چراغ سے سینکڑوں چراغ روشن ہوئے جو اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور وہ نقوش جو آپ نے اپنے طلباء کے ذہنوں پر چھوڑے ہیں۔ کبھی بھی محو نہیں ہوسکتے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ نصف صدی گزرنے کے باوجود آج بھی اپنے وطن سے دُور نیویارک میں بیٹھے ہوئے آپ کی یاد ذہن میں ابھری ہے اور آپ کی خوشگوار یادوں کو رقم کر رہا ہوں۔

میری اس تحریر کی محرک میری ایک خواب ہے۔ جس میں مجھے حضرت قاضی صاحب ملے۔ اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ اب ہم تمہیں کب یاد آتے ہونگے۔ تو میں نے عرض کیا کہ قاضی صاحب بھلا ہم آپ کو کب بھول سکتے ہیں۔ جب بھی علم وحکمت کی بات چل نکلتی ہے تو آپ یاد آتے ہیں۔ اس خواب کے پیشِ نظر میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کا ذکر کروں۔ اور یہ بھی خیال آیا کہ اپنے تمام اساتذہ کا بھی ذکرِ خیر کروں۔ انشاء اللہ میں کوشش کروں گا کہ یہ فرض پورا کروں۔

حضرت قاضی صاحب سے میری پہلی ملاقات اُس وقت ہوئی جب آپ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے۔ اُن دنوں جامعہ احمدیہ احمد نگر میں ہوتا تھا جو ربوہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ میں جامعہ احمدیہ میں داخلے کی غرض سے حاضر ہوا۔ قاضی صاحب کے دراز قد، باوقار چہرے اور پرشوکت آواز سے بہت مرعوب ہوا۔ مصافحہ کرنے کے بعد آپ نے بیٹھنے کو کہا۔ مددگار کارکن کو کہا کہ کلرک کو کہو کہ رجسٹر لے کر آئے۔ میرا انٹرویو لینے کے بعد مجھے رجسٹر کرلیا۔ پھر مجھے درجہ اولیٰ میں لے گئے۔ جہاں مولانا ظہور حسین صاحب کلاس کو صرف ونحو پڑھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کا ایک اور شاگرد آیا ہے۔

جب میرا جامعہ کا پہلا دن ختم ہوا تو اس کے بعد اُسی دن مجھے واپس ربوہ جا کر اپنا سامان لا کر احمد نگر میں جامعہ احمدیہ کے ہوسٹل میں داخل ہونا تھا۔ لہٰذا میں واپس ربوہ جانے کیلئے ٹانگوں کے اڈّے پر سڑک کے کنارے ایک نیم سایہ کیکر کے درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ جون کا مہینہ تھا۔ دوپہر کے وقت انتہا کی گرمی تھی۔ میں ٹانگے کے انتظار میں کھڑا تھا جو لالیاں سے چلتے تھے اور راستہ میں احمد نگر سے سواریاں اُٹھا کر چنیوٹ تک جاتے تھے۔ اتنے میں قاضی صاحب سائیکل پر سوار ربوہ کو جا رہے تھے۔ اُن کا گھر انجمن کے کوارٹرز میں تھا۔ مجھے دیکھ کر سائیکل سے اترے اور فرمانے لگے کہ اس وقت ٹانگہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ اتنی گرمی میں کوئی ٹانگے والا نہیں چاہے گا کہ اُس کا گھوڑا اتنی گرمی برداشت کرے۔ البتہ پچھلے پہر ٹانگے آنے شروع ہونگے۔ اس گرمی میں تمہیں یہاں اتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ بہتر ہوگا کہ تم پیدل چل پڑو۔ ربوہ یہاں سے چار میل دُور ہے کوئی زیادہ نہیں۔ یہ سنتے ہی میں پیدل چل پڑا اور میرے ساتھ قاضی صاحب نے بھی پیدل چلنا شروع کردیا۔ میں نے خیال کیا کہ آپ سائیکل پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ لیکن وہ میرے ساتھ چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ قاضی صاحب آپ کے پاس سائیکل ہے آپ چلے جائیں۔ آپ فرمانے لگے کہ کوئی بات نہیں ہلکی ہلکی ہوا چل پڑی ہے۔ ہم دونوں باتیں کرتے کرتے پہنچ جائیں گے۔ میرے بار بار اصرار پر آپ سائیکل پر سوار نہ ہوئے۔ میرے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ انجمن کے کوارٹرز آگئے۔ میں نے آگے دارالرحمت جانا تھا۔ جہاں میرا قیام تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے میرا گھر آئے گا وہاں سے پانی وغیرہ پی کر پھر آگے

چلے جانا۔ چنانچہ میں قاضی صاحب کے ساتھ اُن کے گھر گیا۔ آپ اندر جا کر شربت کے دو بڑے گلاس لائے۔ جو شکر کا شربت تھا جس میں ستّو گھلے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ گرمی میں بہت مفید ہوتے ہیں۔ ایک گلاس مجھے دیا دوسرا خود پیا۔ پھر فرمانے لگے کہ دیکھو کہ ہم باتوں باتوں میں ربوہ پہنچ گئے ہیں۔ اور ابھی تک کوئی ٹانگہ نہیں گزرا۔

ہوسکتا ہے کہ قارئین کو میرا یہ واقعہ کچھ لا یعنی لگا ہو۔ مگر میرے لئے یہ واقعہ میری زندگی کا حاصل ہے۔ یہ واقعہ اُس شخص کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے جو ایک بزرگ جامعہ کا پرنسپل تھا وہ ایک عام سے طالب علم جس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، اپنی سواری ہونے کے باوجود اُس کے ساتھ پیدل سخت گرمی میں چل پڑے۔ مجھے آپ سے رُوشناس ہوئے ابھی چند گھنٹے ہوئے تھے کہ یہ واقعہ رُونما ہوا۔ میں اُسی وقت سے آپ کی محبت اور شفقت کا قائل ہوگیا۔ میں نے ساری عمر کبھی بھی اس واقعہ کو فراموش نہیں کیا۔ میں اُن کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔

جیسا کہ میں نے تحریر کیا ہے کہ ان سطور کی محرک میری وہ خواب ہے جس میں مجھے قاضی صاحب ملے اور فرمایا کہ

''اب ہم تمہیں کب یاد آتے ہونگے۔۔۔'' میں اُن کو کیسے بتاؤں کہ اے میرے شفیق استاد میں کبھی بھی نہیں بھولا۔ زندگی کا صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ بیسیوں واقعات ذہن میں متحضر ہیں۔ اور میری زندگی کا حاصل ہیں۔ اپنی دعائے خاص میں استادوں کو بھی یاد رکھنا میرا دستور ہے کیونکہ ان کے چشمہ علم سے ہم اپنی اپنی بساط کے مطابق سیراب ہوتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ میرے ان تمام اساتذہ کو اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

جب ہم ان اساتذہ سے علم حاصل کررہے تھے اُس وقت تو کوئی احساس نہیں تھا کہ ہمارے اساتذہ کتنے عظیم ہیں۔ اب جب وقت گزر گیا اور پلٹ کر ماضی کو دیکھتے ہیں تو اب ان کی پہاڑوں جیسی قامت محسوس ہوتی ہے اور اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایسے عظیم اساتذہ کے زیر سایہ اپنی عمر کے خوشگوار سال گزارے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اُن کا ضمناً ذکر کردوں۔ قاضی محمد صاحب ظفر۔ عربی ادب کے استاد تھے۔ خاص طور پر ادب نظم میں عبور رکھتے تھے۔ متنبّی اور حماسہ کے ہم ان کو حافظ کہتے تھے۔ کلاس میں جب پڑھا رہے ہوتے تو زبانی اپنی مترنم آواز میں شعر پڑھتے۔ اُس کا ترجمہ اور تشریح کرتے اور اکثر شعر کا ترجمہ اُردو شعر میں کردیتے تھے۔ جب میں ان کے متعلق مضمون لکھوں گا تو انشاء اللہ اُن کے عربی شعروں کا ترجمہ اردو شعروں میں اور اردو شعروں کا ترجمہ عربی شعروں میں کرنے کی مثالیں پیش کردوں گا۔ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے۔ قرآن کے عاشق تھے۔ جب بھی آپ کے گھر گیا تو اُن کے ہاتھ میں قرآن کریم دیکھا۔ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔

ابوالحسن صاحب قدسی جو شاہزادہ عبداللطیف شہید کے صاحبزادے تھے۔ عربی ادب کے استاد تھے۔ صرف ونحو پر بھی عبور رکھتے تھے۔ خاموش طبیعت تھے۔ اپنا وقت اکثر لائبریری میں گزارتے تھے۔ مطالعہ کتب کا بہت شوق رکھتے تھے۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ تینوں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے۔ فارسی اُن کی مادری زبان تھی۔

ایک دفعہ جب رضا شاہ پہلوی شاہِ ایران 1952ء میں پہلی دفعہ پاکستان آئے تو قدسی صاحب نے اپنی نظم میں اُن کی آمد پر اُن کو خوش آمدید کہا اور وہ نظم رسالہ قندیل کے پہلے صفحے پر شائع ہوئی۔ اور وہ نظم رضا شاہ پہلوی کو سنائی گئی۔ حسب قاعدہ جب شاہوں کو کوئی قصیدہ سنایا جاتا ہے تو بادشاہ اُن کو انعام سے نوازتے ہیں تو شاہ نے شاعر کو طلب کیا۔ جب یہ اطلاع قدسی صاحب کو دی گئی تو قدسی صاحب نے فرمایا کہ میں نے رضا شاہ کو جو پاکستان میں مہمان کی صورت آئے ہیں خوش آمدید کہا ہے جو میرا فرض تھا۔ میں کوئی درباری شاعر نہیں ہوں کہ دربار میں حاضری دوں۔ آپ بہت غیرتمند انسان تھے۔

ملک سیف الرحمان صاحب جامعہ احمدیہ میں فقہ کے استاد تھے۔ آپ تادمِ حیات جماعت احمدیہ کے مفتی رہے۔ آپ باقی علوم میں بھی یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ لیکن تخصص فقہ میں کیا تھا۔ بہت حلیم طبیعت کے مالک تھے۔ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ طلباء میں ہر دلعزیز تھے۔ مولانا خورشید احمد صاحب حدیث کے جید استاد تھے۔ مولانا ظہور حسین صاحب صرف ونحو اور تفسیر کے استاد تھے۔ غلام باری سیف صاحب علم کلام پڑھاتے تھے۔ ان اساتذہ نے اپنی ساری زندگی وقف کررکھی تھی۔ اور اپنے علم سے صدہا طالب علموں کو فیضیاب کیا۔ خدا تعالیٰ ان سب عظیم اساتذہ کو اپنی جناب سے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

قاضی صاحب بحیثیتِ استاد

قاضی صاحب منطق اور فلسفہ کے استاد تھے۔ تفسیر، فقہ، صرف ونحو اور خاص طور پر

علم کلام پر کافی عبور رکھتے تھے۔ جب کبھی کوئی استاد نہ آتا۔تو آپ وہ مضمون پڑھا دیتے۔ایک دن ہمارے انگریزی کے استاد نہ آئے قاضی صاحب نے آ کر پوچھا کہ کونسا پیریڈ ہے؟ ہم نے کہا کہ انگریزی کا پیریڈ ہے۔آپ کلاس میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کتابیں نکالیں۔ ہم بہت حیران ہوئے کہ قاضی صاحب کو بھی انگریزی آتی ہے۔ قاضی صاحب نے ایسے شاندار طریق سے پڑھایا کہ ہم نے خواہش کی کہ قاضی صاحب ہمیں روز انگریزی پڑھایا کریں۔ جب قاضی صاحب کبھی رخصت پر ہوتے تو دوسرے اساتذہ آ کر پوچھتے کہ کون سے مضمون کا پیریڈ ہے۔ہم کہتے کہ منطق اور فلسفہ کا پیریڈ ہے۔تو کہتے کہ خود مطالعہ کرلیں قاضی صاحب ہی پڑھائیں گے۔

قاضی صاحب کا منطق اور فلسفہ پڑھانے کا وہ انداز اور پھر ہیولیٰ اورصورت کا مضمون،نظری اور بدیہی کی بحث قضیات کا بیان،اورعلمِ کلام کے نکات اپنی پُر شوکت آواز میں آسان الفاظ میں سمجھانا اُنہی کا کام تھا۔ وہ آواز آج بھی کانوں میں گونج رہی ہے جومحو نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ انڈونیشیا کے امیر صاحب ربوہ تشریف لائے۔تو جامعہ احمدیہ نے بھی آپ کو کھانے پر مدعو کیا۔امیر صاحب نے انگریزی میں تقریر کی۔اُن کی تقریر کے جواب میں قاضی صاحب تقریر کرنے کیلئے اُٹھے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ قاضی صاحب اردو میں تقریر کریں گے۔ کیونکہ قاضی صاحب نے انگریزی میں کبھی تقریر نہیں کی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ قاضی صاحب نے انگریزی میں تقریر کی۔آپ نے کوئی نصف گھنٹہ روانی کے ساتھ تقریر کی۔ بعد میں جب ہم نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ ہم آپ کی انگریزی زبان میں تقریر سن کر بہت حیران ہوئے ہیں تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہم سٹیج پر کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

قاضی صاحب بہت محنت اور لگن سے پڑھاتے تھے۔باوجود نا سازی طبع کے آپ پڑھانے کیلئے ضرور تشریف لاتے۔ ایک دن جب آپ پڑھانے کیلئے تشریف لائے گرمیوں کا موسم تھا۔دو پہر کی شدید گرمی تھی۔آپ کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ہم نے دیکھا کہ آپ کو تیز بخار ہے۔آپ نے سر درد کی شکایت بھی کی۔ چنانچہ ہم سب کلاس کے ساتھی آپ کو لے کر ہوسٹل کے کمرے میں لے آئے جہاں ہم نے اُن کو چارپائی پر لٹا دیا۔اور درخواست کی کہ آپ آج نہ پڑھائیں۔ہم نے چائے تیار کرکے آپ کو ایسپرین کی گولی دی۔اور پھر آپ کے سرکو دبانا شروع کیا۔ہم سات طلباء تھے کوئی سر دبا رہا تھا کوئی بازو کوئی ٹانگیں دبا رہے تھے۔ ہم سب چارپائی کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد قاضی صاحب کو پسینہ آ گیا۔سر درد کم ہوگئی۔ بخار میں بھی افاقہ ہوگیا۔اورآپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔اورفرمایا کہ اب میں ٹھیک ہوگیا ہوں۔ بخار ہلکا ہوگیا ہے۔لہٰذا اب کتابیں کھولو۔ باوجود ہمارے اصرار کے کہ آپ آرام کریں،آپ نے فرمایا کہ تکیہ میرے پیچھے رکھ دو۔ نیم دراز ہوکر بیٹھ گئے اور پڑھانا شروع کردیا۔ہم سب شاگرد چارپائی کے اردگرد بیٹھے نوٹس لے رہے تھے۔کلاسیں اور بھی attend کی ہیں مگر اس کلاس کا نظارہ ناقابل فراموش تھا۔ ذہن پر ایک انمٹ نقش چھوڑ گیا۔نصف صدی گزرنے کے بعد بھی ذہن میں متحضر ہے۔

ہمارے زمانے میں جامعہ احمدیہ کے طلباء کو اُن کی آخری کلاس کے بعد مولوی فاضل کا امتحان دلایا جاتا تھا جو پنجاب یونیورسٹی لیتی تھی۔امتحان کا سینٹر فیصل آباد ہوا کرتا تھا۔ جامعہ احمدیہ کے طلباء جب مولوی فاضل کا امتحان دینے کیلئے جاتے۔ تو اُن کی عمریں اکیس یا بائیس سال کے لگ بھگ ہوتی تھیں۔ داڑھیاں بھی پوری طرح نہیں آئی ہوئی ہوتی تھیں۔ جب ہم امتحان دینے کیلئے فیصل آباد آئے تو دیکھا کہ ہمارے ساتھ Examination hall میں دوسرے مولوی صاحبان بھی جو اپنی اپنی مساجد کے خطیب یا امام تھے۔مولوی فاضل کا امتحان دینے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اکثر کی داڑھیاں خضاب سے رنگی ہوئی تھیں اور بعض کی داڑھیوں میں سفیدی عیاں تھی۔ اسی ہال میں ادیب اردو اور فارسی کے امیدوار بھی تھے جو کم عمر کے تھے۔ میرا رول نمبر ایک مولوی صاحب سے آگے تھا۔مولوی صاحب کی داڑھی خضاب سے رنگی ہوئی تھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کا کا یہ مولوی فاضل والوں کی لائن ہے تم جا کر اپنی جگہ پر بیٹھو۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں ادیب اردو کا امیدوار ہوں۔ میں اُن کی بات سمجھ گیا کہ اُن کو غلطی لگی ہے کیونکہ اُس لائن میں سارے مولوی صاحبان تھے۔مولوی صاحب نے پھر کہا کہ ابھی جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے سنی اَن سُنی کردی۔ کیونکہ امتحان کا اثر تھا ساری توجہ آنے والے پرچے کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اتنے میں ممتحن نے کہا کہ مولوی فاضل والے کھڑے ہوجائیں تا کہ اُن میں پرچے تقسیم کئے جائیں تو میں بھی کھڑا ہوگیا۔تو یہ

دیکھ کر اُن کو حیرت ہوئی۔ جب پرچہ ختم ہوا تو مولوی صاحب نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔تو میں نے کہا کہ ربوہ سے آیا ہوں۔ اتنے میں میرے کلاس فیلو بھی وہاں آ گئے۔تو ہم لوگ مختلف سوالوں کے بارے میں ایک دوسرے کو پوچھ رہے تھے کہ تم نے کیا لکھا۔مولوی صاحب نے دیکھا کہ ہم سارے کلاس فیلو دبلے پتلے کم عمر بڑی تیزی سے سوالوں کے جوابات ایک دوسرے کو سنا رہے ہیں۔وہ بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم پہلی مرتبہ امتحان دے رہے ہو۔تو ہم نے جواب دیا کہ ہم پہلی مرتبہ امتحان دے رہے ہیں۔تو وہ بولے کہ میں نے پہلے دو دفعہ امتحان دیا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔اب تیسری دفعہ کوشش کر رہا ہوں۔پھر ہم سب کلاس فیلو کو کہنے لگے کہ" اینج لگدا اے کہ مرزائی جم دیاں نوں ای پڑھانا شروع کر دیندے نے"۔۔۔کہ اس طرح لگتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی مرزائی (احمدی) اپنے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔قاضی صاحب کا یہ دستور تھا کہ وہ امتحان کے پرچہ کی تیاری کروانے کیلئے متعلقہ استاد کو فیصل آباد بھجواتے۔ جس دن منطق و فلسفہ کا پرچہ تھا۔قاضی صاحب اُس کی تیاری کروانے کیلئے فیصل آباد آئے۔ضروری سوالات کو دہرایا اور پھر ہمیں کمرہ امتحان تک چھوڑنے آئے۔ اجتماعی دُعا کرائی۔ اور جب پرچہ ختم ہوا تو پھر ہمارا انتظار کمرۂ امتحان کے باہر کر رہے تھے۔ یہ جاننے کیلئے کہ ہم نے سوالات کے کیا جوابات دیئے ہیں۔ جب آپ کھڑے انتظار کر رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ مولوی صاحبان ہمارے ساتھ آ رہے ہیں۔آپ نے ہمیں پوچھا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ امتحان دے رہے ہیں۔ جب ہم نے کہا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ امتحان دے رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کاش میرے پاس کیمرہ ہوتا تو میں اپنے شاگردوں کی تصویر ان مولوی صاحبان کے ساتھ لیتا۔ یوں نظر آ رہا ہے کہ باپ بیٹے اکٹھے امتحان دے رہے ہیں۔ یہ سارا واقعہ لکھنے کی میری غرض یہ ہے تا کہ میں یہ بتا سکوں کہ آپ کو اپنے شاگردوں سے کتنا لگاؤ تھا۔ کتنا فخر تھا کہ اُن کے نسبتاً چھوٹی عمر کے شاگرد کتنی بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ امتحان دے رہے ہیں۔

قاضی صاحب کے دور میں جامعہ احمدیہ

جامعہ احمدیہ قادیان سے احمد نگر منتقل ہوا تھا۔ پھر غالباً 1955ء میں جامعہ اُس وقت کے جلسہ سالانہ کے لنگر خانہ میں منتقل کیا گیا۔ وہ جگہ جہاں تنور تھے اُن کو پُر کیا گیا۔ اُن تنوروں پر چھپر تھا جو کچی اینٹوں کے ستونوں پر ڈالا گیا تھا۔ یہ بے در و دیوار عمارت تھی جس میں علیحدہ کلاس رُومز نہ تھے۔ایک ہی چھپر کے نیچے کلاسیں لگا کرتی تھیں۔ ایک کلاس کی آواز دوسری کلاس میں سنائی دیتی تھی۔ گرمیوں کے دنوں میں گرمی تو چاروں طرف سے آ رہی ہوتی تھی۔ اور سردیوں میں ٹھنڈی ہوا بغیر روک کے آتی تھی۔ کمبل کی "بُکّل" مار کر کلاسوں میں بیٹھا کرتے۔

جامعہ احمدیہ ہوسٹل لنگر خانہ کے ساتھ والے کمروں کو بنایا گیا۔ پھر گودام کے طور پر جلسہ سالانہ کے اناج رکھنے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ چھت ہمارے قد سے تقریباً فٹ یا ڈیڑھ فُٹ اونچی تھی۔ اُس کی چھت سرکنڈے ڈال کر بنائی گئی تھی۔ برسات میں اگر دو گھنٹے بارش ہوتی تو ہمارے کمروں میں چار گھنٹے بارش ہوتی۔ ہم اپنی کتابوں اور نوٹس بکس کو کمبلوں رضائیوں میں لپیٹ کر اُن کو گیلا ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے۔ اُن دنوں گرمیوں میں خاص طور پر کالی آندھی عصر کے بعد چلتی۔ اور ہم سب کو بھوت بنا دیتی۔ ان حالات کے پیشِ نظر طلباء قاضی صاحب سے اکثر یہ درخواست کیا کرتے تھے کہ ناظر تعلیم سے جامعہ احمدیہ کی عمارت کیلئے درخواست کریں۔ جب قاضی صاحب ناظر تعلیم سے درخواست کرتے تو ناظر تعلیم فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے معذرت کر دیتے۔ بالآخر خستہ حالت کی وجہ سے جامعہ احمدیہ کو دارالبرکات میں حکیم سراج الدین صاحب کی کوٹھی کرایہ پر لے کر منتقل کر دیا گیا۔ البتہ ہوسٹل وہیں رہا۔ قاضی صاحب کو اپنے طلباء کی تکلیف کا پورا احساس تھا۔ لیکن جماعت کی مالی حالت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ اس وقت تعلیم الاسلام کالج اور تعلیم الاسلام ہائی سکول گرلز سکول زیرِ تعمیر تھے۔

اس دَور میں زندگی کے اُن تلخ لمحات کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے تا کہ اُس دَور کی کسمپرسی کا اندازہ ہو سکے۔ اب جب یاد آتے ہیں تو وہ لمحات کتنے حسین معلوم ہوتے ہیں۔ وہ گرمیوں کی لُو، سردیوں کے سرد جھونکے، گرد و غبار سے اٹے ہوئے جسم، برسات میں بھیگے ہوئے کپڑے، اور ہم مکتبوں کے ساتھ برسات میں چھت پر مٹی ڈالنا، اب جب یاد آتے ہیں تو زندگی میں رنگ بھر دیتے ہیں۔ ان تلخ لمحوں پر ہماری زندگی میں آنے والی ساری آسائشیں قربان۔
خدا تعالیٰ کے فضل سے اب جامعہ احمدیہ کے طلباء کو وہ تمام سہولتیں میسر ہیں جو

ہمارے دَور میں نہیں تھیں۔ خاص طور پر بجلی کی سہولت کم از کم گرمیوں میں پنکھے وغیرہ کی سہولت موجود ہے۔ ہمارے وقت مٹی کے تیل سے جلنے والے لیمپ پڑھنے کیلئے تھے۔گرمی کی تپش جسم کو جلا کر رکھ دیتی تھی ۔

اب کہاں وہ کڑی دھوپ میں تپنے کا جلال
اب ہر کوئی سایہء دیوار کی راحت مانگے

قاضی صاحب بحیثیت مقرر

قاضی صاحب کی تقریر کا انداز منفرد تھا۔ آپ پُر شوکت آواز کے ساتھ ساتھ منطق دلائل سے موضوع کو اجاگر کرتے۔ اور تقریر کو پُر اثر بنا دیتے۔ جلسہ سالانہ پر آپ کی تقریر ہمیشہ رکھی جاتی تھی۔ اُن کی تقریر سننے کیلئے ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہوتے جلسہ کی حاضری اُن کی تقریر کی اہمیت ظاہر کرتی تھی۔ بڑی لگن کے ساتھ اُن کی تقریر سنی جاتی تھی۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تقریر ایسی ہونی چاہیئے کہ ہر طبقہ کی سمجھ رکھنے والے کے مطابق ہو۔ اور پھر کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی نیا نکتہ سکالرز کیلئے بھی بیان کیا جائے۔ اور دلیل ایسی ہونی چاہیئے جو میخ کی طرح لکڑی میں دھنس جائے اور پھر اکھیڑی نہ جاسکے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ موضوع پر چڑھ کر رہنا چاہیئے اگر لوگ موضوع سے ہٹ کر تقریر کرتے ہیں جس کی وجہ سے سننے والوں کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اُن کی تقریر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہر پوائنٹ کو بیان کرنے سے پہلے موضوع کو دیکھ لینا چاہیئے کہ اُس پوائنٹ کا تعلق اس موضوع کے ساتھ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اس بات کو چھوڑ دینا چاہیئے خواہ وہ بات کتنی ہی دلچسپ ہو۔

میرے طالبِ علمی کے زمانے کے نامور علماء

ہماری جماعت کے بہت سے نامور علماء تھے۔لیکن اُن میں سے تین علماء ہر دلعزیز تھے۔ جیسے مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، مولانا جلال الدین صاحب شمس اور قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری۔ سوال و جواب کی اکثر مجلسوں میں یہ تینوں بزرگ اکٹھے بیٹھے ہوئے بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ سوالوں کے جوابات دیا کرتے تھے۔ میرے دوستوں میں سے بعض دوست شمس صاحب کو سراہا کرتے تھے۔ بعض دوست مولانا ابوالعطاء صاحب کو سراہتے تھے بعض قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے مدّاح تھے۔ یہ تینوں اپنے اپنے انداز میں محبوب تھے۔

ایک مرتبہ ہماری جماعت کے جیّد عالم حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق تھے مجھے ایک واقعہ سنایا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ صاحب اپنے زمانہ کے ہونہار طلباء کی کتنی قدر کرتے تھے اور اُن پر کتنا ناز کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ جامعہ احمدیہ قادیان کے طلباء کی تقاریر سننے کیلئے محلّہ دارالفضل مسجد کی طرف جارہا تھا تو راستے میں کسی دوست نے پوچھا کہ حافظ صاحب آپ آج ہمارے محلّہ کی مسجد میں کیوں جارہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ جامعہ احمدیہ کے طلباء کی تقاریر سننے جارہا ہوں۔ اس پر اُس دوست نے کہا کہ حافظ صاحب وہ لڑکوں کی تقاریر ہیں آپ کو وہ سن کر کیا فائدہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں ابوالعطاء کی روانی اور شمس کی نکتہ دانی سننے جارہا ہوں۔ حضرت حافظ صاحب کی یہ رائے غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اور دونوں ہونہار طلباء نے اپنی ''روانی'' اور ''نکتہ دانی'' سے جماعت احمدیہ کی علمی زمین کو تادم حیات سیراب کیا۔ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اُس زمانے کے جیّد عالم تھے۔ ان کا کمال یہ بھی تھا کہ وہ مناظرے میں مدِ مقابل کو ایسے دلائل دیتے کہ اُن دلائل کو توڑنا محال ہو جاتا۔ ہم نے یہ نظارہ اُس وقت دیکھا جب ایک دفعہ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب چند سوال یورپ سے لائے اور اس وقت کے جامعہ احمدیہ کے پرنسپل سید داؤد احمد صاحب کو فرمایا کہ یورپ کے لوگ اعتراض کرتے ہیں جن کا تسلی بخش جواب دینا ضروری ہے۔

لہٰذا آپ جماعت کے چیدہ چیدہ علماء کو بلا کر ایک سمپوزیم کروائیں تا کہ علمی طور پر اس کی تہہ تک پہنچا جائے۔ چنانچہ جماعت کے چیدہ چیدہ علماء کو مدعو کیا گیا۔ یہ سمپوزیم پرنسپل جامعہ احمدیہ سید داؤد احمد صاحب کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب پرنسپل صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر ایک مقرر کو تین سے چار منٹ دیئے گئے۔ باری باری علماء تشریف لاتے رہے اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ قارئین آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ وہ کیا سوال تھا اس واقعہ کو گزرے 52 سال گزر چکے ہیں اور وہ سوال میرے

ذہن سے محو ہو گیا ہے لیکن مجھے وہ نظارہ نہیں بھولا کہ جب قاضی صاحب نے سوال کا جواب دیا تو حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب فوراً اپنی کرسی سے اُٹھے اور فرمایا قاضی صاحب جزاک اللہ۔ سوال کا جواب مل گیا ہے۔ قاضی صاحب نے جوشِ خطابت میں کہا کہ چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں ابھی تو پہلی دلیل دی ہے کچھ اور بھی دلائل سن لیں جب قاضی صاحب نے دوسری دلیل دی تو فرطِ مسرت میں چودھری صاحب نے پھر اُٹھ کر فرمایا قاضی صاحب جزاک اللہ جواب مل گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ طلباء جو قاضی صاحب کو دوسرے علماء کی نسبت زیادہ عالم سمجھتے تھے کہنے لگے، دیکھا کہ تمام علماء میں قاضی صاحب نمایاں رہے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کی یہ غرض نہیں کہ خدانخواستہ دوسرے علماء کم اہمیت رکھتے تھے بلکہ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ ہر ایک کا انداز اپنا اپنا ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کے دلیل دینے کے معاملہ میں ان کا قول ہے کہ دلیل ایسی ہو جو میخ کی طرح لکڑی میں دھنس جائے اور پھر اُکھڑ نہ سکے۔

قاضی صاحب حکیم حاذق بھی تھے۔ طب کا علم جانتے تھے۔ اور اس کی وجہ سے آپ جامعہ کے طلباء کا علاج بھی کرتے تھے۔ جامعہ کے بجٹ میں دوائیوں کیلئے جو رقم مختص تھی وہ واجبی سی تھی۔ اس لئے آپ دیسی دوائیاں تیار کرتے تھے۔ جامعہ کے مددگار کارکن سے اُس فارغ وقت میں دوائیاں کٹواتے۔ جب بھی کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو اُس کو دوائی دیتے۔ اور پھر ہوسٹل میں آ کر اُس کی تیمارداری بھی کرتے۔ اس طرح دوا اور دُعا سے اپنے طلباء کو نوازتے رہے۔

قاضی صاحب اپنے شاگردوں سے مل کر بہت خوش ہوتے۔ میں جب بھی اُن سے ملنے گیا وہ بہت شفقت اور محبت سے ملتے۔ ایک دفعہ جب میں آپ کو ملنے گیا تو آپ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی تبلیغی پاکٹ بک اپنے دستخطوں سے یہ کہتے ہوئے تحفہ دی کہ میری طرف سے یہ تحفہ درویشانہ ہے۔ اُنہوں نے اس کو تحفہء درویشانہ کہا لیکن میرے لئے وہ ایسا عظیم تحفہ تھا جس کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں خلوص پنہاں تھا۔ جس کو میری یاد نے محفوظ کر لیا۔

استاد کا مقام

استاد کا بہت بڑا مقام ہے لیکن افسوس ہے کہ دن بدن یہ مقام آنکھوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ استاد کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جو کہ استاد کا حق ہے۔ استاد کا وجود وہ وجود ہے جو علم سے اپنے شاگردوں کی زندگیوں کو سنوارتا ہے لیکن اُس کے وجود کو معاشرے میں فراموش کیا جاتا ہے۔ استاد خود تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ استاد کے مقام کو سمجھا جائے بلکہ معاشرے کا دوسرا طبقہ اس کی طرف توجہ دلائے کہ اپنے محسنوں کے ساتھ اُن کو بھی یاد رکھا جائے۔ عجیب بات ہے کہ مغرب کی نقل میں ہم Father Day یا Mother Day تو مناتے ہیں لیکن نہ ہم نہ اہلِ مغرب Teacher Day مناتے ہیں۔ اگر ایک دن سال میں یہ بھی منا لیا جائے تو کچھ حد تک یہ کمی بھی دُور ہو سکتی ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کوئی بھی استاد کے مقام کو نہیں سمجھتا بلکہ جو سمجھتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور اُن کی مثالیں قابلِ تقلید ہیں۔ میں نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے متعلق پڑھا ہے کہ وہ اپنے اُن تمام اساتذہ کی فہرست اپنے پاس رکھتے اور اُن کی خدمت میں ماہ بماہ نذرانہ ارسال کرتے رہتے۔ جب بھارت نے آپ کے نوبیل پرائز کے سلسلہ میں آپ کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی تو اُن کو معلوم ہوا کہ اُن کے پرائمری سکول کے ایک استاد ابھی زندہ ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے اپنے استاد کو بھی اس تقریب میں حکومت کو کہہ کے دعوت بھجوائی۔ اور جب آپ ملے تو وہ نوبیل پرائز اپنے استاد کے قدموں میں رکھ دیا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو علم سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ پاکیزہ جذبہ بیدار کرنے کی بہت ضرورت ہے فارغ التحصیل طلباء کو چاہیئے کہ وہ اپنے اساتذہ کو گاہے بگاہے ملتے رہیں اور اُن کو یاد رکھیں جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات لکھ دی ہے۔ میں اپنے استاد کا ذکر کر رہا تھا۔ جس نے پُر وقار طریقے سے اپنی زندگی گزار دی۔ کبھی بھی اُنہوں نے اپنی کم مائیگی کا گلہ شکوہ نہیں کیا۔ اُن کا اوڑھنا بچھونا علم ہوا کرتا تھا۔ اُن کے بارے میں اُن کی شخصیت کا چند الفاظ میں نقشہ اس طرح کھینچا جا سکتا ہے کہ ؎

نکتہ داں نکتہ سنج نکتہ شناس
پاک دل پاک ذات پاک صفات

اضطراب

افضل مرزا۔ مسی ساگا

میرے قبیلے کے لوگ ہیں جو
تیری محبت میں جی رہے ہیں
تیری محبت میں مر رہے ہیں
میرے خدایا میری دعائیں تو کب سنے گا؟
نہ تیرے گھر میں امان کوئی
نہ میرے گھر کو امان کوئی
مجھے نہیں اذن بولنے کا
نہ تیر ہے نہ کمان کوئی
میں بے بسی سے تیری حمایت کا منتظر ہوں
میرئے خدایا میری دعائیں تو کب سنے گا؟
ستم یہ ہے کہ، یہ بربریت تیرے حوالے سے ہو رہی ہے
میرے قبیلے کے خوں سے ہولی تیرے حوالے سے ہو رہی ہے
میرے قبیلے کا خون ہے جو تیری محبت میں بہہ رہا ہے
ہر ایک بچہ جوان بوڑھا ہر اک مصیبت کو سہہ رہا ہے
ہر ایک بیوہ کے آنسوؤں کا ہر ایک قطرہ یہ کہہ رہا ہے
میرے خدایا میری دعائیں تو کب سنے گا؟
میری وفا کو قبولیت کی نوید دے دے
مجھے بھی لپٹا کے زندگی کی امید دے دے
میں تھک نہ جاؤں تو صبر مجھ کو مزید دے دے
تو ظالموں کو سزا کی کچھ تو وعید دے دے
مجھے بس اتنا بتا دے یارب، میری دعائیں تو کب سنے گا

مسیح موعود علیہ السلام

سید حسین ذوقی

وہ مبارک وجود نیک وجود — ساری دنیا میں اس کا ایک وجود
انبیائے سلف کا وہ مظہر — آسمانی صحیفوں کی وہ خبر
اور سب بزرگانِ دینِ متین — اُس کی بعثت پہ ان کا اپنا یقین
کیا رشی، کیا منی و کیا اوتار — اس کے آنے پہ سب کا ہے اقرار
کر چکے پیشگوئیاں اس کی — اور بتلا چکے ہیں شان اس کی
خاتم الانبیاء نے فرمایا — اس کا کام اپنا! اور وجود اپنا
اور جگہ اپنی قبر میں بخشی — دی یہ عزت یگانگیت کی
اس طرح روح اک دو جسم ہوئے — جائیں قربان اس کی عزت کے
اس کا سب کو پیام بھیجا ہے — اور اپنا سلام بھیجا ہے
اولیاء سارے وصف خوانِ مسیح — اللہ اللہ رے یہ شانِ مسیح
نامِ پاک اس کا ہے نبیؑ کا نام — کام اس کا رسولؐ کا ہے کام
جانے کیا کوئی مرتبت اس کی — یعنی اس کی ہے شان، شانِ نبیؐ
اک خدا کا ہے خاص وہ بندہ — ہو گئے اس سے مردے سب زندہ
ساتھ اس کے جو رحمتیں آئیں — قوم نے اس سے برکتیں پائیں
کیا روشن جہاں کو جلووں سے — مردے اس نے نکالے قبروں سے

نظم مرسلہ: سیّدہ زاہدہ   شائع شدہ: شاہنامہ احمدیت صفحات 258-259

آہ۔میری ماں

سیارہ حکمت

آج پھر دل نے ستایا۔آج پھر تیری یاد آئی ۔آہ۔ماں آخر تو بھی بچھڑ گئی۔داغ فرقت دی گئی۔وہ جسم وہ وجود جس کا میں حصہ ہوں۔تہہ خاک جا کر سو گیا۔لیکن تیری روح زندہ ہے۔تو میرے آس پاس ہے۔میرے خوابوں میں ۔خیالوں میں۔آرزؤں میں۔دعاؤں میں۔سجدوں میں۔تنہائیوں میں ۔روز میری خواب میں تو میرے ہمراہ ہوتی ہے۔22 نومبر کی صبح 9 بجے آخر وہ وقت آ گیا۔جو ہم کو بے حد دلفگار کر گیا۔امی جان۔ہم سب کو داغِ جدائی دے کر ربّ کریم کے حضور حاضر ہو گئیں۔

ع۔بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

پیاروں کی جدائی بہت جان کن ہوتی ہے۔ایک لمبے عرصے پر محیط انمٹ۔سنہری یادوں کا خزانہ وہ ہمارے لیے چھوڑ جاتے ہیں۔آخری ملاقات اگست 11 کی صبح 11 بجے ہوئی۔میں اوسلو سے امریکہ آنے کے لیے رخصت ہونے لگی۔تو میری انگلی کسی بچے کی طرح گرفت میں لے لی۔ائر پورٹ پر جانے کے وقت میں تاخیر ہو رہی تھی۔لیکن امی جان ہاتھ نہ چھوڑ رہی تھیں۔(یہ ہاتھ جو دنیا میں کبھی کسی نے یوں تھاما ہی نہ تھا۔)میری جذباتی کیفیت عجیب تھی کہ یہ ہاتھ کس طرح چھڑاؤں!! اور پھر جب چھوٹا تو ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا۔کچھ دن پہلے جب ہسپتال میں تھیں تو کہنے لگیں۔اگلی دفعہ ملاقات کرنے آنا موسمِ بہار میں۔میں تمہیں خوبصورت ساGIFT دوں گی۔اچھا عہد نبھایا۔بلایا تو کیسی خزاں میں۔تحفہ دیا تو ابدی فرقت کا۔!!

برف پوش پہاڑوں کے دامن میں سرو کے درختوں سے ڈھکی ایک وادی تھی۔ہر وقت سرمیلے اندھیروں میں گھرا جزیرہ۔جہاں ہم تھے اور تیرا غم۔وہ ہفتہ رات گذارنی بڑی بھاری لگتی۔تیرے کمرے میں تجھے تلاش کرتے۔لیکن نجانے تو کہا سرد خانے میں اکیلی سوئی ہوئی تھی۔ماں! تجھے تو بہت سردی لگا کرتی تھی۔؟؟تیرا پیارا چہرہ دیکھا۔وہی ملکوتی مسکراہٹ۔لازوال روشنی۔نور اور ابدی سکون تھا۔تجھے دیکھ کر روح میں سکون ہی سکون اتر گیا۔ہم نے آپ سے بہت باتیں کیں اور تصویریں بنوائیں۔اور امی جان میں نے آپ سے التجا کی۔میری خوابوں میں آتی رہنا (اور تو نے وعدہ نبھایا ہے۔)مجھے کوئی دہشت وحشت نہ ہوئی۔نہ آپکا چہرہ دیکھ کر۔نہ بہشتی مقبرہ میں ایک خاص مقام پر آپ کی آرام گاہ دیکھ کر۔نور،سکون اور ٹھنڈک کی لہریں اٹھ کر میرے وجود کو لپیٹ میں لے آئیں تھیں۔شاید امی جان آپ میری زندگی میں دعا کر گئیں تھیں۔دل بہت رویا جب تیرا وقتِ رخصت آیا

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے۔سبزہ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے۔

زندگی کی کڑی دھوپ میں شجر دار سایہ۔زمیں پر خدا کر پرتو۔پیغمبروں کا سایہ۔جس کے لیے فرشتے بھی پر پھیلا دیں۔تیری محبت سچّے موتیوں جیسی۔تو قربانیوں کی نہ ختم ہونے والی داستان۔فرشتے بھی تیرے لیے پر پھیلا دیں۔کبھی تو مریم ہے کبھی فاطمہ۔کبھی خدیجہ اور عائشہ۔اور کبھی زینب۔تیری محبت سمندر کے پانیوں سے بھی گہری۔عظمت تو محبت ہی محبت ہے۔تیرا ہر سانس اولاد کے لیے وقف ہوتا ہے۔تو جیتی ہے تو اولاد کے لیے۔مرتی ہے تو اولاد کے لیے۔تو انسان کے لیے خدا کا سب سے عظیم تحفہ ہے۔یہ کائنات کا حسن یہ رعنائی تیرے ہی دم سے ہے۔تجھے دیکھ کر مجھے قرار آتا تھا۔تو میرا سائبان تھی۔میرے چہرے پر پریشانی کی ذراسی جھلک تجھے بے چین کر دیتی۔تو سجدہ ریز ہو کر اور رو رو کر میرے سکھ اور سکون کے لیے دعا کرتی۔دکھوں کا صحرا۔سہراب کے سیالوں سے بھرا صحرا۔اس دنیا نے کتنے دکھ دیے۔ایک کانٹوں بھرا جنگل۔جس میں چند پھول کھلے اور ان کی خوشبو تو نے میرے ساتھ بانٹ لی۔بلکہ اپنی ہی خوشبو بنالی۔اور پھر اس خوشبو سے معطّر فضا میں زندگی کے حسین دن گذارے۔تیرے پیار کی عادت تو نے ہم پر اتنی محبتیں نچھاور کیں۔کہ ہم بگڑ گئے۔زندگی کے سراب میں تو ایک نخلستان تھی۔ایک گلزار تھی۔محبتوں کا آبشار۔ایک سنہرا خواب۔میری زندگی کا ایک زرّیں باب۔آخری ملاقات میں اماں جان نے کہا آنا پھر موسمِ بہار میں۔بڑا خوبصورت GIFT دونگی۔اور اب سوچا کہ یہ بہار کیسی آئی کہ خزاں بھی ساتھ لائی۔

کاش میرے پاس گلابوں سے الفاظ ہوتے۔۔۔۔سمندر کے گہرے پانیوں میں چھپے ہوئے سُچّے موتی ہوتے تو میں تیری تعریف بیان کرتی کہ یہ پاگل سی لڑکی تیس سال قبل اپنے جواں سال بھائی کی ابدی جدائی کا صدمہ نہ سہ کر زندگی بھر کے لیے ایک عذاب کا شکار ہو گئی تھی۔(کسی وفات والے گھر نہ جاسکنا۔کسی مرحوم کا چہرہ نہ دیکھ سکنا۔قبر کے لفظ سے ہی دہشت زدہ ہو جاتی۔)آپ میرے لیے دعا کر گئی تھیں۔کہ یہ جان لیوا صدمہ بڑی بہادری۔ہمت۔سکون سے برداشت کر لے گی۔یہ صدمہ جھیل لے گی۔مجھے یقین ہے ماں۔یہ سب تیری دعا کا اثر تھا۔اور یہ دعا ربّ کریم نے قبول کر لی۔ماں تو نے مجھے بہت محبت دی۔میرے بچوں پر تیری شفقت کا سایہ بڑا گہرا تھا۔تو ربّ رحمان کا سایہ تھی۔اسکی رحمتوں کا پرتَو۔ہماری محبتوں کا مرکز۔لیکن چھاؤں چھِن بھی تو جاتی ہے۔دھوپ کی تمازت میں زندگی کا لق و دق صحرا آبلہ پا چلنا تو پڑتا ہے۔کہ یہی زندگی ہے۔لیکن تیری دعاؤں کا سایہ ہمارے ساتھ ہے۔جا۔ماں اپنے ربّ کریم کے حضور حاضر ہو جا۔اعلیٰ علیّین میں تیرا مقام ہو۔اور اپنے پیاروں کا تجھے قرب حاصل ہو۔اور اس سے ہمارے لیے بے پناہ رحمتیں مانگ۔کیونکہ تُو تو خدا کا ایک مظہر تھی۔خدا حافظ میری ماں

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے۔سبزہ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے۔

(ٹائپنگ: منشاد احمد نیّر)

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہو الناصر

براہِ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی کتاب یا مقالہ لکھا ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

"ریسرچ سیل" ایسی تمام کتب / اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

ضروری کوائف:

• کتاب کا نام: • مصنف / مرتب / مترجم کا نام: • ایڈیشن: • مقام اشاعت:
• تاریخ اشاعت: • ناشر / طابع: • تعداد صفحات: • زبان: • موضوع:

برائے رابطہ فون نمبر:

انچارج ریسرچ سیل، پی او باکس 14 چناب نگر ربوہ پاکستان
آفس: 0092476214953
Res:0476214313,
فیکس نمبر: 0092476211943
ای میل: *research.cell@saapk.org*

انچارج ریسرچ سیل ربوہ

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

(آصف علی پرویز) (قسط سوم)

''باجے بو'' میں بجلی نہیں تھی۔ وہاں کی تاریک راتیں مجھے اب بھی یاد ہیں۔ میری علم کی پیاس تھی کہ بڑھتی ہی رہی اور میں تاریک برّاعظم کی اندھیری راتوں میں ''ربِّ زدنی علما'' کے چراغ جیسے بھی بن پڑا جلاتا رہا۔ بھلا ہو اُس لالٹین کا جس نے ان تاریک راتوں میں میرا ساتھ دیا۔

آپ حیران ہوں گے کہ ذرّوں کی کہانی بیان کرتے ہوئے اور روشنی بکھیرنے والے الیکٹران کا ذکر کرتے ہوئے درمیان میں اندھیرا کہاں سے آن ٹپکا؟ بات دراصل یوں ہے کہ 1974 کے واقعات کے بعد میں نے تعلیم الاسلام کالج کی لیکچرر شپ کو خیر باد کہہ دیا تھا اور تحریک جدید کی طرف سے میری تقرری سیرالیون کے ایک چھوٹے سے قصبے ''باجے بو'' میں بطور وائس پرنسپل ہوئی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سیرالیون کے اس چھوٹے سے قصبے میں قیام کے دوران ہم انتظار کیا کرتے تھے کہ کب چاندنی راتیں آئیں اور ہم رات کے وقت باہر نکلنے کے قابل ہو سکیں کیونکہ وہاں بجلی نہیں تھی اور بجلی کی عدم موجودگی میں رات کو باہر نکلنا محال تھا۔ بجلی کے بغیر تو سارا نظامِ زندگی ہی چوپٹ ہو جاتا ہے۔ آج کی جدید دنیا کی کم و بیش ہر سہولت ہی بجلی کی مرہونِ منّت ہے۔ گویا بجلی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

بجلی کیا ہے؟ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ آخر بجلی کا بٹن دبانے سے کمرہ روشن کیوں ہو جاتا ہے؟ تو جان لیجئے کہ بجلی صرف اور صرف الیکٹران کی حرکت کا نام ہے۔ جونہی ہم بٹن دباتے ہیں تو (تانبے سے بنی ہوئی) بجلی کی تار میں الیکٹران حرکت کرنے اور ایک ایٹم سے دوسرے ایٹم میں منتقل ہونے لگتے ہیں۔ اور بجلی کا بٹن بند کرنے سے الیکٹران کی حرکت بھی رک جاتی ہے۔ آپ نے یقیناً سن رکھا ہوگا کہ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ کسی اور حرکت میں برکت ہو نہ ہو کم از کم بجلی میں برکت الیکٹران کی حرکت ہی سے پڑتی دکھائی دیتی ہے۔

بجلی کی دریافت کا سہرا Michael Faraday کے سر ہے جس نے انیسویں صدی کے شروع میں یہ تجربہ کیا کہ اگر مقناطیس کو تاروں کے چھلّے کے اندر گھمایا جائے تو ان تاروں میں بجلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ بجلی کا بلب تو ایڈیسن نے کہیں بعد میں جا کر 1882 میں ایجاد کیا تھا اور دنیا کا پہلا بجلی گھر بھی ایڈیسن ہی نے نیویارک میں قائم کیا تھا۔

بجلی چاہے پانی کی طاقت، ہوا کی طاقت یا ایٹم کی طاقت سے پیدا کی جائے اس کا طریق ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جب کسی بھی طاقت کے ذریعے ٹربائن کو گھمایا جائے تو اس کے ساتھ لگا ہوا بڑا مقناطیس بھی گھومنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے گرد لگائے گئے تاروں کے گچھے میں بجلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ یہ نظام حیرت انگیز ہے کہ گھومتا ہوا مقناطیس دھات کی تار کے اندر پائے جانے والے الیکٹرانز میں حرکت پیدا کر دیتا ہے اور الیکٹرانز کی اسی حرکت کا نام بجلی ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔

قرآنِ کریم میں بجلی کے لئے ''صاعقہ'' اور ''برق'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان سے بالعموم آسمانی بجلی مراد ہوتی ہے۔ آسمانی بجلی کا تخلیقی نظام زمینی بجلی کے نظام سے قدرے مختلف ہے۔ اور وہ یوں کہ دریاؤں اور سمندروں سے اٹھنے والے آبی بخارات آسمان کی طرف بلند ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور جب دباؤ (Pressure) کی کمی بیشی کی وجہ سے تیز ہوائیں چلتی ہیں تو ان کی رگڑ کے نتیجے میں الیکٹرانز بادل کے اندر موجود پانی کے بخارات سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جن بادلوں میں الیکٹرانز کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، ان پر بجلی کا منفی چارج اور جن بادلوں میں الیکٹرانز کی کمی ہوتی ہے، ان پر بجلی کا مثبت چارج ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ بجلی کے مثبت چارج اور منفی چارج میں فطری طور پر ایک باہمی کشش پائی جاتی ہے۔ اسی کشش کے نتیجے میں مثبت اور منفی چارج والے بادل آپس میں بڑے زور سے ٹکرا جاتے ہیں۔ منفی چارج والے بادلوں کے الیکٹرانز میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ بادلوں کے درمیان موجود ہوا کے ایٹموں کو پھاڑتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ منفی اور مثبت بادلوں کے ٹکراؤ کے عمل میں بادلوں کے درمیان موجود ہوا کے ایٹموں کے پھٹنے سے مزید بے شمار لیکٹرانز پیدا ہو جاتے ہیں جن کے نتیجے میں آسمانی بجلی پیدا ہوتی ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تیز روشنی (thunder) کی شکل میں آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔ چونکہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز ہوتی ہے اس لئے آسمانی بجلی کی چمک پہلے ظاہر ہوتی ہے اور بادلوں کی گرج بعد میں سنائی دیتی ہے۔

بادلوں کے اس ٹکراؤ میں دراصل اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ یہ نظام کارفرما ہے کہ بادلوں میں موجود آبی بخارات جو اپنے ہلکے پن کی وجہ سے از خود بارش بن کر زمین پر گرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ بادلوں کے آپس میں ٹکرانے کے نتیجے میں باہم یکجا ہو کر اتنے وزنی ہو جاتے ہیں کہ زمین کی کششِ ثقل انہیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور اسی عمل کا نام بارش کا برسنا ہے۔

اے روشنی

اے روشنی ، اے روشنی!
تُو کس کے چہرے کی دمک
تُو کس کے چہرے کی چمک
خود میں سما کے لائی ہے
پرتُو کہاں سے آئی ہے؟
کس کا سندیسہ لائی ہے؟
جس بھی نگر سے آئی ہے
جس کا سندیسہ لائی ہے
وہ آپ کیوں آیا نہیں؟
اور اپنا چہرہ کس لئے
خود سامنے لایا نہیں؟
اے روشنی، اے روشنی!
گو یہ مجھے ہے آگہی
گو جانتا ہے دل سبھی
لیکن برائے دل لگی
جا کے کہہ دینا اسے
جو بات ہے تجھ سے کہی
اے روشنی، اے روشنی!

(مقصودالحق)

روشنی کا نظام

قرآن کریم میں کم و بیش 50 کے قریب ایسی آیات ہیں جن میں ''نور'' اور ''ضیاء'' کے الفاظ میں روشنی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ بعض جگہ ان الفاظ سے روحانی اور باطنی روشنی مراد ہوتی ہے اور بعض جگہ مادی عناصر سے پھوٹنے والی ظاہری روشنی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور کی آیت 36 میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے ایک شمع دان میں ہو۔ وہ شیشہ ایسا ہو گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔ اس کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے وہ از خود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے''

قبل اس کے کہ اس آیت کی روشنی میں ایٹم کے نظام کی وضاحت کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ بتا دوں کہ سائنسدان روشنی کی پیدائش کی کیا تفصیل بیان کرتے ہیں۔ (جاری)

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

(آصف علی پرویز) (قسط سوم)

کہتے ہیں کسی شہر میں کچھ اندھے رہتے تھے۔ انہیں خبر ملی کہ شہر کے چڑیا گھر میں ہاتھی نام کا ایک نیا جانور آیا ہے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ چڑیا گھر چلیں اور ہاتھی بہادر کا حدود اربعہ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ وہ چڑیا گھر گئے تو ان میں سے کسی نے ہاتھی کی موٹی موٹی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا، کسی نے اس کی سونڈ کو چُھوا، کسی نے اس کے لمبے لمبے دانتوں کو ٹٹولا اور کسی نے اس کے پنکھا نما کانوں کا احاطہ کیا۔ غرض ہر اندھا، ہاتھی کا علیحدہ علیحدہ تصور لئے واپس لوٹا۔

کچھ ایسا ہی حال ہم بیچارے سائنسدانوں کا ہے جو، ان اندھوں کی طرح یہ جاننے کے لئے سرگرداں رہے کہ قدرتِ خداوندی نے ایٹم کے اندر کون کون سے جہان آباد کر رکھے ہیں، کون کون سے ذرّے چھپا رکھے ہیں اور ان ذروں میں کون کون سے خواص پوشیدہ ہیں۔ قدرت کے وہ کون سے حسابی فارمولے اور قوانین ہیں جن کے تابع ذرّوں کے خاندان ایٹم کے اندر بود و باش رکھے ہوئے ہیں۔ دراصل ایٹم اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور ترین خوردبین بھی اسے دکھا نہیں پاتی۔ لہٰذا ان ذرّوں کے مشاہدے اور ان کی زیارت کے لئے اور ہی نوعیت کی آنکھیں درکار ہیں جن میں سے ایک "تجرباتی آنکھ" بھی ہے۔ اس سے مراد سائنسی اور تحقیقی تجربات کے دوران سامنے آنے والے آثار و مظاہر ہیں جو بعض دیگر ذرّات کے **انا الموجود** ہونے کے ناقابلِ تردید ثبوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ مضمون میں ذکر کیا گیا تھا کہ الیکٹران ایٹم کے مرکز کے گرد دائروں میں گھوم رہے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ نظام ہر لحاظ سے مکمل نظام ہے لہٰذا ہر دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد بھی معیّن ہے۔ ہر دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد 2xNxN کے حسابی فارمولے کے تحت ہے۔ اس فارمولے میں N سے دائرے کا نمبر مراد ہے۔ اب اگر N کی جگہ دائرے کا نمبر لکھ دیں تو ہمیں اُس دائرے میں الیکٹرانز کی تعداد باآسانی معلوم ہو سکتی ہے۔ مثلاً دائرہ نمبر ایک میں الیکٹرانز کی تعداد (2=2x1x1) دو ہوگی اور دائرہ نمبر 2 میں الیکٹرانز کی تعداد (2x2x2=8) آٹھ اور دائرہ نمبر 3 میں (2x3x3=18) اٹھارہ ہوگی۔ اگر الیکٹرانز ہر دائرے کیلئے مقررہ تعداد کے مطابق اپنے دائرے میں رہیں تو وہ ایٹم اپنی حالتِ فطرتِ صحیحہ (یعنی Normal State) میں ہوتا ہے۔

ہر دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی بھی مخصوص ہے۔ یعنی پہلے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی دوسرے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح تیسرے دائرے کے الیکٹرانز کی توانائی دوسرے دائرے کے الیکٹرانز سے مختلف ہوتی ہے۔ تانبے میں خالقِ کائنات نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اس کے الیکٹران بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے ایک ایٹم سے دوسرے ایٹم میں باآسانی منتقل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بجلی کے تار تانبے سے بنائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور دھات ٹنگسٹن (Tungusten) بہت اہم ہے جسے خدا تعالیٰ نے 74 الیکٹرانز ودیعت کر رکھے ہیں۔ بجلی کے بلب کے اندر باریک سی تار کا بنا ہوا جو چھلا دکھائی دیتا ہے وہ ٹنگسٹن سے بنایا جاتا ہے۔ یہی چھلا ہے جو روشنی پیدا کرتا ہے۔ اور وہ یوں کہ بجلی کا بٹن آن کرنے سے بجلی کے الیکٹرانز ٹنگسٹن کے الیکٹرانز کے ساتھ کھینچا تانی شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً پہلے دائرے میں موجود 2 الیکٹرانز میں سے ایک چھلانگ لگا کر دوسرے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب پہلے دائرے میں صرف ایک الیکٹران رہ جاتا ہے جبکہ دوسرے دائرے میں 8 کی بجائے 9 الیکٹرانز ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک غیر طبعی (excited state) حالت ہے اور دوسرے دائرے میں 9 الیکٹرانز کی موجودگی خدا تعالیٰ کے طبعی قانون اور حسابی تقسیم کے منافی ہے۔ چنانچہ اس دائرے کے الیکٹران اپنے میں سے ایک الیکٹران کو پہلے دائرے میں دھکیل دیتے ہیں اور چونکہ ہر دائرے کی اپنی مخصوص توانائی ہے لہٰذا جب دوسرے دائرے کا ایک الیکٹران پہلے دائرے میں آتا ہے تو اُسے خود کو پہلے دائرے کے لئے مخصوص توانائی سے ہم آہنگ کرنے کی غرض سے زائد طاقت کو روشنی کی صورت میں خارج کرنا پڑتا ہے جس سے بلب جگمگا اٹھتا ہے۔
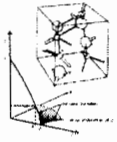
الیکٹران کا اپنے مخصوص دائرے سے تجاوز اور پھر اپنے حقیقی اور فطری دائرے میں واپسی کے عمل سے گناہ کی فلاسفی نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کو سمجھنا کس قدر آسان ہو جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تو ہر انسان کو فطرتِ صحیحہ پر پیدا فرمایا ہے لیکن شیطان اُسے ورغلاتا اور خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرواتا ہے۔ مگر نفسِ لوامہ ملامت کر کے واپس فطرتِ صحیحہ کی طرف لے آتا ہے۔ اسی طرح جن دھاتوں کے الیکٹران اپنے مقررہ دائرے میں رہتے ہیں اور اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتے وہ نفسِ مطمئنہ کی مانند (Normal State) میں ہوتے ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بہت ضروری ہے کہ ایٹم اکیلا نہیں رہتا بلکہ اپنے رفقاء کے ساتھ باہم مل کر ایک گروپ تشکیل دیتا ہے جسے سالمہ (molecule) کہا جاتا ہے۔ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو" اس آیت میں مذکور ''طاق'' اور سالمہ (یعنی molecule) میں کیا مشابہت پائی جاتی ہے اس کا ذکر آئندہ قسط میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔